علامہ ابن نما

خدائی تلوار

در حالاتِ امیرِ مختارؒ

ترجمہ و تحقیق:

علامہ جزائریؒ

ادارۂ علوم آلِ محمدؐ وسن پورہ لاہور

پیش گفتار

مختار حجاج بن یوسف کے دربار میں

بنی امیہ کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کا دربار آراستہ ہے سامنے نطع[1] پر مختار ہتھکڑیاں بیڑیاں پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جلاد کو تلوار آنے کا انتظار ہے تاکہ مختار کا سر تن سے جدا کیا جائے۔ مختار نے کہا۔

"حجاج! تیری یہ مجال نہیں ہے کہ تو مجھ کو قتل کر سکے۔ رسول اللہ ص نے ایک خاص وقت تک میرے زندہ رہنے کی خبر دی ہے اور آنحضرت ص کی فرمائش کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔"

اس کے جواب میں حجاج نے اپنے غلاموں سے ڈانٹ کر کہا۔

"تم لوگ ادھر ادھر بھاگے پھر رہے ہو تلوار کیوں نہیں لائی جاتی"

"حضور! تلوار خزانہ میں ہے۔ اور خزانہ کی کنجیاں کھو گئیں" غلاموں نے لرزتے ہوئے کہا۔

"میں جو کہہ رہا ہوں اس کو یقین کر لو کہ تم مجھ کو قتل نہیں کر سکتے" مختار نے ایک مرتبہ پھر وہی کلام دوہرایا۔

---

[1] وہ چمڑا جس پر بٹھا کر مجرموں کی گردن ماری جاتی تھی ۱۲۔

"تم سے یہ کس نے کہہ دیا میں تم کو نہیں مار سکتا" حجاج نے پوچھا

"میرے مولا علیؑ بن الحسین نے اور ان سے انکے آباء طاہرین نے اور ان سے رسول اللہ ص نے۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی حضرت نے فرمایا ہے کہ میں خون حسینؑ کے انتقام میں تین لاکھ تراسی ہزار بنی امیہ کو واصل جہنم کرونگا۔"

حجاج نے اپنے ایک درباری کو حکم دیا کہ وہ اپنی تلوار جلاد کے حوالہ کرے۔ درباری نے جلاد کو تلوار تھمائی۔ حجاج نے اس کو حکم دیا آگے بڑھ اور جلدی اس شخص کی گردن پر وار کر۔ جلاد ایسا گھبرایا کہ جونہی تلوار لے کر مختار کی جانب لپکا ایک ٹھوکر ایسی لگی کہ منہ کے بل زمین پر آ رہا تلوار اس کے پیٹ میں اتر گئی اور تڑپ کر مر گیا۔

"کیا دیکھتا ہے۔ تو آگے بڑھ اور اس نابکار کا سر قلم کر" حجاج نے ایک دوسرے جلاد کو حکم دیا دوسرا جلاد آگے بڑھا لوگوں نے دیکھا کہ مختار چپ چاپ سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ جلاد نے تلوار ان کے سر پر بلند کی ابھی وہ سر پر گرا ہی چاہتی تھی کہ بجائے مختار کے جلاد کی ایک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ لوگوں نے آگے بڑھ کر ماجرا دریافت کیا تو دیکھا کہ تلوار کے دستہ پر ایک انتہائی زہریلا بچھو بیٹھا ہوا ہے جسکے ڈنک نے جلاد کا فیصلہ کر دیا۔ لوگوں نے جلدی سے اس بچھو کو مار ڈالا کہ کہیں اوروں کی ہلاکت کا سامان فراہم نہ کرے۔

"اے حجاج! تو مجھ کو قتل نہیں کر سکتا" مختار نے پھر وہی کلمہ دوہرایا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا۔

"اے حجاج! کیا تجھ کو علم ہے کہ عجم بادشاہ شاہ پور نے جس وقت عربوں کے قتل عام کا حکم دیا اس موقعہ پر ایک ضعیف شخص نزار بن معد بن عدنان نے اس سے کیا کہا تھا؟"

حجاج اپنی لال لال آنکھوں سے انتہائی غضب کے عالم میں مختار سخت جان کو گھور رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میری شمشیر خوں آشام نے آج تک ہزاروں بے گناہوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا یہ آج کیا ہو گیا ہے کہ یہ شخص کسی طرح مرنے کا نام نہیں لیتا۔

مختار نے حجاج کے جواب کا انتظار کئے بغیر پھر کہنا شروع ——

"یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب شاہ پور ذوالاکتاف عربوں کی مار دھاڑ مچائے تھا۔ اس قتل عام کو دیکھ کر نزار نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ مجھ کو ایک زنبیل[1] میں رکھ کر شاہ پور کے راستہ میں ڈال دو۔ شاہ پور نے جو اس بڈھے کو اس طرح زنبیل میں پڑے دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس بڈھے نے جواب دیا "میں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ان بے خطا عربوں کو کس لئے قتل کئے جا رہا ہے جو گنہگار تھے وہ اب سارے کے سارے مارے جا چکے ہیں" ذوالاکتاف نے جواب دیا کہ "میں نے

[1] کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک ٹوکری۔

ایک پرانی کتاب میں پڑھا ہے کہ اس قوم میں سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام محمد ہوگا اور وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اور عجم کی بادشاہی کا خاتمہ کردیگا۔ تو میں ان لوگوں کو ختم کئے دیتا ہوں تاکہ ایسا شخص ان میں سے نہ نکل سکے"۔ یہ سن کر اس بوڑھے شخص نے کہا جس کتاب میں تو نے یہ پیشین گوئی پائی ہے اگر وہ جھوٹی کتاب ہے تو بے گناہوں کے قتل سے کیا حاصل کیوں ان کے خون ناحق کا بار اپنی گردن پر لیتا ہے۔ اور اگر وہ سچی کتاب ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ لاکھ تو قتل وغارت کرے مگر خداوند کریم اس اصل کی حفاظت کرے گا جس کی نسل سے ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے کیونکہ اللہ کی قضا و قدر جاری ہو کر رہے گی اور تو کچھ بھی نہ کر سکے گا۔ چاہے تو سوائے ایک کے تمام عربوں کو قتل کر ڈال تو وہی ایک محمد بن جائے گا۔ نزار کا یہ کلام شاہ پور کے دل پر اثر انداز ہوا اور اس نے کہا کہ یہ بوڑھا درست کہتا ہے اب آئندہ عربوں کو نہ قتل کرنا ——— یہ واقعہ بیان کرکے مختار نے کہا ——— اے حجاج! میں بھی نزار کی طرح تجھ سے کہتا ہوں کہ اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ میں تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار آدمیوں کو قتل کرونگا چاہے مجھ کو قتل کر ڈالو یا چھوڑ دو۔ یہ بات ضرور ہو کر رہے گی چاہے خدا مجھ کو دوبارہ زندہ کرے جناب رسالت مآبؐ کا قول کبھی غلط نہیں ہو سکتا"

حجاج مختار کی یہ طول طویل تقریر بڑے ضبط سے سنتا رہا اور اس پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا۔ جب مختار کی زبان رکی حجاج نے ایک تیرے سپاہی سے کہا کہ تو آگے بڑھ اور اس شخص کا کام تمام کر۔ مختار نے کہا۔ "یہ مجھ کو نہ مار سکے گا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اب تو اس کار خیر کو انجام دے تاکہ اب کا اللہ ایک سانپ تجھ پر مسلّط کرے اور تو درک کو پہونچے"

جلاد ——— لئے آگے بڑھا اور اس نے مختار کے سر پر تلوار بلند کی۔ چاہتا تھا کہ وار کرے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کا ایک خاص آدمی دربار میں داخل ہوا اور دور ہی سے چلّایا ——— خبردار! مختار کو قتل نہ کرنا"، جلّاد کا ہاتھ رک گیا۔ اس شخص نے آگے بڑھ کر عبدالملک کا خط حجاج کے سامنے رکھ دیا اس میں لکھا تھا ———

"حجاج! ابھی ابھی میرے پاس کبوتر آیا ہے جو یہ خبر لایا ہے کہ تم نے مختار کو اس بنا پر گرفتار کیا ہے کہ وہ رسول اللہؐ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ تین لاکھ تراسی ہزار بنی امیہ اور ان کے انصار اس کے ہاتھ سے قتل ہونگے۔ تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جونہی یہ خط تم کو ملے مختار کو آزاد کر دینا اور سوائے اچھائی کے اور کسی طرح اس سے پیش نہ آنا کیونکہ وہ میرے بھائیؑ

ولید بن عبدالملک کے بچہ کی انا کا شوہر ہے اور مجھ سے ولید
نے اس کی سفارش کی ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے اگر غلط ہے تو
ایک غلط بات کیلئے مرد مسلم کا قتل روا نہیں۔ اور اگر یہ بات
حق ہے تو ہم فرمائش رسول ص کو غلط نہیں کر سکتے"

(خلیفۃ المسلمین، عبدالملک بن مروان

اس خط کو دیکھنے کے بعد حجاج کی کیا مجال تھی کہ مختار سے کوئی
تعرض کرتا مجبور ہو کر اس کو انہیں آزاد کرنا پڑا۔

مختار حجاج کے دربار سے نکلے اور مرنے سے نجات پائی مگر پھر
بھی اپنی ادا سے باز نہ آئے اسی طرح کوچہ و بازار میں لوگوں سے کہتے
پھرتے تھے کہ عنقریب میں انقلاب لاؤنگا اور اتنے آدمیوں کو قتل کرونگا۔
بنی امیہ سے خون حسینؑ کا انتقام لونگا۔ جب یہ خبر حجاج کو پہونچی کہ مختار
کسی طرح باز نہیں آتے اور اب بھی وہی رٹ لگائے ہیں تو اس نے
اُن کو پھر گرفتار کروالیا اور قتل کرنے کا حکم دیا۔

"حجاج! میں پھر تجھ سے کہہ رہا ہوں کہ اب بھی تو مجھ کو نہ مار سکے گا۔
کیوں خدا کی قضاء و قدر سے لڑ رہا ہے"

ابھی مختار نے یہ کلام کیا ہی تھا کہ ایک کبوتر گرا جس کے پر میں یہ
پرچہ بندھا تھا ——

منجانب خلیفۃ المسلمین عبدالملک بن مروان

اے حجاج! مختار سے متعرض نہ ہو کیونکہ تجھ کو بتادیا گیا ہے کہ یہ
فرزند ولید کی انا کا شوہر ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اگر حق ہے تو تُو اس
کو قتل نہیں کر سکے گا جس طرح دانیال نبی بخت نصر کو نہ مار سکے جس
کے ہاتھوں اللہ نے بنی اسرائیل کے قتل کا فیصلہ کیا تھا"

یہ خط پڑھکر حجاج پھر مجبور ہوگیا لیکن اس نے مختار کو ڈرایا دھمکایا
کہ خبردار اب اپنے منہ سے اس قسم کی باتیں نہ نکالنا۔ مگر مختار کہاں ماننے
والے انہوں نے پھر وہی تقریریں شروع کردیں۔ حجاج نے بھی انکی
گرفتاری کا آرڈر دیدیا۔ مختار کچھ دنوں تو چھپے رہے آخر میں گرفتار
ہو کر حجاج کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ حجاج نے تیسری دفعہ انکو
مارنا چاہا کہ پھر عبدالملک کا خط پہونچ گیا۔ اب کی حجاج نے مختار کو قید کر دیا
اور عبدالملک کو ایک پُر زور شکایت نامہ لکھا جس میں تحریر کیا ——

"اے امیرالمومنین! مجھ کو حیرت ہے کہ آپ ایک ایسے شخص کی
سفارش فرماتے ہیں اور بار بار اس کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں
جو علانیہ کہتا پھرتا ہے کہ وہ آپ میں سے ہزاروں کو تہ تیغ کر ڈالے
گا۔ میری رائے میں ایسے خطرناک شخص کو ایک منٹ بھی زندہ نہ
چھوڑنا چاہیئے۔

حجاج بن یوسف ثقفی (گورنر عراق)

اس خط کے جواب میں عبدالملک کا یہ خط حجاج کو وصول ہوا ــــــ

"اے حجاج بن یوسف! تو محض ایک جاہل شخص ہے جب تجھ سے
یہ کہہ دیا گیا کہ اگر اس کا یہ کہنا بکواس ہے تو ایک بکواس کی وجہ سے
کیونکر اس کی حق تلفی کریں جس نے ایک عرصہ تک ہماری خدمت
کی ہے اور اگر اس کی بات سچی ہے تو پھر بھی ہم کو اس کی پرورش
اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح فرعون نے موسیٰ کی پرورش کی تھی
تاکہ ہم پر مسلط ہو جائے" (بحار الانوار)

یہ ہیں خدا کی تلوار مختار ــــــ جن کو قدرت نے انتقام خونِ حسینؑ کے لئے
نیام سے کھینچا تھا اور جو ہمیشہ سے اپنے اس اہم منصب کا اعلان کیا کرتے تھے۔
امام زین العابدین علیہ السلام اپنے بابا کی شہادت کے بعد اکثر خروج
مختار کی خبر دیا کرتے تھے، بلکہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام بھی
اپنے زمانہ میں خروج مختار سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ
لوگوں نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں عرض کی کہ یا بن رسول اللہ! حضرت
علیؑ نے مختار کے خروج کی خبر دی ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ خروج کب کریں گے۔

"میں تم کو بتلا دوں کہ وہ کب خروج کریں گے۔"

"ہاں! فرزندِ رسول"

"مختار میرے اس قول سے پورے تین سال کے بعد فلاں تاریخ خروج

کریں گے۔ اور وہ وقت دور نہیں جب ابن زیاد اور شمر بن ذی الجوشن کا
سر ہمارے سامنے لایا جائیگا اس وقت ہم کھانا کھاتے ہوں گے اور یہ فلاں
روز اور فلاں تاریخ ہو گا۔" حضرت کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی
اور جس روز کا آپ نے وعدہ فرمایا اسی روز مختار نے خروج کیا۔ حضرت
کے سامنے ایک روز دسترخوان بچھا تھا اور اپنے اصحاب کے ساتھ طعام
تناول فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"دوستو! اپنے دل کو ٹھنڈا کرو۔ تم یہاں کھانا کھا رہے ہو۔ وہاں بنی
امیہ کے ظلم کی کھیتی پک چکی اب اس کو کاٹا جا رہا ہے"

"کہاں یا بن رسول اللہ؟"

"کوفہ میں مختار اپنی شمشیر آبدار کے ساتھ ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور ظالموں کو ان
کے کئے کی سزا دے رہے ہیں اور عنقریب فلاں روز ابن زیاد و ابن سعد
کے سر ہمارے پاس لائے جائیں گے" جب وہ دن آیا جس کے متعلق امام
زین العابدینؑ نے فرمایا تھا امام نماز سے فارغ ہوئے تھے کہ دروازہ
پر دستک ہوئی۔ پوچھا کون ہے معلوم ہوا کہ کوفہ سے مختار نے ابن زیاد
و پسر سعد کے سر بھیجے ہیں۔ دونوں سر جس وقت علی بن الحسینؑ کے سامنے
رکھے گئے آپ سجدہ شکر بجا لائے اور فرمایا ــــــ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
لَمْ يُمِتْنِيْ حَتّٰى اَرَانِيْ رَاْسَهُمَا جَزَى اللّٰهُ مُخْتَارًا خَيْرًا۔

شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھ کو دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھایا
جب تک کہ مجھ کو ان دونوں کا سر نہیں دکھا دیا۔ خدا مختار کو کو جزائے خیر دے
اس کے بعد حضرت نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ آپ کھانا کھاتے جاتے
تھے اور ان سروں پر نظر کرتے جاتے تھے۔ کھانے کے بعد شیرینی کا دستور
تھا اتفاق سے اس روز خادم شیرینی نہ لایا۔ کیونکہ وہ بھی سروں کے دیکھنے
میں مشغول ہو گیا تھا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ "آج شیرینی نہیں آئی"
امام زین العابدینؑ نے فرمایا ———— اب اس شیرینی سے بڑھ کر اور کونسی
شیرینی ہو سکتی ہے۔ کہ ان دونوں (عمر سعد و عبیداللہ بن زیاد) کے سر ہمارے
سامنے ہیں" (بحار)

مختار کے عمل سے خاندان نبوت میں کس درجہ خوشی حاصل ہوئی اس
کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ———— قتل حسینؑ کے بعد بنی ہاشم
کی کسی عورت نے اپنے بالوں میں کنگھی تک نہ کی تھی یہانتک کہ مختار
نے آل محمد کے قاتلوں کے سر مدینہ بھیجے اس وقت عورتوں نے خوشی کی۔
لہٰذا جس شخص نے اہلبیت محمدؐ کے دلوں سے غم واندوہ کے بادل چھانٹ دیئے
اور ان کے زخمہائے دل کے لئے مرہم کافور فراہم کیا اس کے علو مرتبہ اور
کمال ہمت میں کس کو شک و شبہ ہو سکتا ہے اہلبیتؑ کے ساتھ ہمدردی
اور ان کے غم میں متاثر ہونے کی خدا کی نظر میں اتنی اہمیت ہے۔ کہ

روایت میں وارد ہوا ہے کہ کوئی سچے دل سے یہ کہدے کہ اے حسینؑ!
کاشکہ بروز عاشورہ میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا اور درجہ شہادت پر
فائز ہوتا" تو محض اس تمنا کرنے سے وہ حضرتؑ کے ساتھ جنت میں ہوگا۔
حالانکہ نہ اس نے حضرت کی خاطر خون بہایا ہوگا نہ پسینہ۔ لیکن مختار نے
تو محبت حسینؑ میں اپنا خون پسینہ ایک کیا ان کے دشمنوں کو چن چن کر مارا
اور یہ محض قربۃً الی اللہ کیا اس میں کوئی حب جاہ یا امارت طلبی کا جذبہ
کار فرما نہ تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ مختار اکثر کہا کرتے تھے کہ میں انتقام
خون حسینؑ لے لوں اس کے بعد مجھ کو کوئی پرواہ نہیں ہے کہ زندہ رہوں
یا مر جاؤں۔ یہ بھی روایت ہے کہ مختار کا یہ معمول تھا کہ روز تین دفعہ اپنی
تلوار کو نیام سے باہر نکال کر اس کو دیکھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ
———— خداوندا مجھے کافی دولت اور کامل حکومت اور مسلح لشکر عطا
فرما تاکہ حسینؑ مظلوم کے خون کا بدلہ ان کے دشمنوں سے لوں۔ اسی
بات پر ابن زیاد نے ان کو قید کروا دیا تھا ———— ان کے خلوص پر وہ واقعہ
بھی شاہد ہے جس میں انہوں نے منہال کی اس خبر پر کہ امام زین العابدین
علیہ السلام کی دعا حرملہ کے بارے میں ان کے ہاتھ پر پوری ہوئی
سجدہ شکر کیا اور شکرانہ میں روزہ رکھا۔

جس طرح امام حسینؑ علیہ السلام کے ساتھ نصرت کرنے والوں کے نام

پہلے سے محضر شہادت میں لکھے ہوئے تھے اسی طرح مختار اور ان کے اصحاب کے نام بھی پہلے سے قلم قدرت نے لوح محفوظ پر ناصران حسین میں لکھ دیئے تھے اور اس لئے حضرت علیؑ علیہ السلام مختار کے ساتھ لطف و مدارا سے پیش آتے تھے عطا ابن حسام واعظ صدوق علیہ الرحمہ کے حوالہ سے اپنے مختار نامہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علیؑ مرتضٰی علیہ السلام مدینہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے۔ راہ میں چند بچے کھیل رہے تھے ان میں مختار بھی تھے اس وقت ان کے سر پر خوشنما گیسو تھے حضرت نے پوچھا یہ کس کا بچہ ہے! لوگوں نے کہا یہ ابو عبیدہ ثقفی کا فرزند ہے۔ حضرت یہ سنتے ہی بیٹھ گئے اور مختار کو اپنے زانوئے مبارک پر بٹھا کر سر پر ہاتھ پھرتے جاتے تھے۔ اور فرماتے جاتے تھے یا کیس یا کیس (اے عقلمند اے عقلمند)

مختار اور جمہور مسلمین

اہلسنت کے علماء میں بھی متعدد افراد نے مختار کی ثنا و صفت کی ہے چنانچہ ذہبی نے تجرید اسماء الصحابہ میں ان کے باپ ابو عبیدہ کو نیکو کار صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں مختار کو بھی صحابہ میں قرار دیا ہے کیونکہ ان کی پیدائش رسول اللہ کے زمانے میں ہوئی تھی۔ ابن حجر عسقلانی نے بھی لسان المیزان میں بھی لکھا ہے

اہلسنت میں سے جن علماء نے مختار کو کذاب، مدعی نبوت، کافر، رافضی کہا ہے وہ سوائے اخیری بات کے سب غلط ہے۔ وہ کذاب اس واسطے نہیں تھے کہ انہوں نے جو کچھ پیشین گوئیاں کی تھیں وہ سب حرف بحرف پوری اتریں۔ مدعی نبوت ہونے کا شبہ ان پر اس واسطہ ہوا کہ ان کا ایک غلام تھا جس کا نام جبرئیل تھا اور مختار اسکی بابت کہا کرتے تھے کہ آج جبرئیل نے مجھ سے ایسا کہا ویسا کہا۔ جیسا اس کتاب میں آئندہ آئے گا اس سے دوسرے لوگوں کو شبہ گزرا کہ شاید مختار مدعی وحی ہیں۔ کافر ہونے کی وجہ علماء عامہ نے یہ تحریر کی ہے کہ ان کے دل میں لات و عزا کی محبت تھی۔ لات و عزا سے مراد علماء امامیہ کے نزدیک ظاہری لات و عزا نہیں ہیں بلکہ اس سے دوسرے لات و عزا مراد ہیں۔ بہر حال اگر ان کے دل میں کسی بھی لات و عزا کی محبت ہوتی تو وہ اس شد و مد سے انتقام خون حسین پر کمر نہ باندھتے اور نہ اس راہ میں اپنی جان قربان کرتے۔

مختار اور مہدویت: بعض افراد مختار پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ کیسانی فرقہ کے بانی اور محمد حنفیہ کی امامت کے قائل تھے جب اس الزام پر غور کیا جائے تو اسکے چند اسباب نظر آتے ہیں ایک تو یہ کہ امام زین العابدین علیہ السلام چونکہ مختار کے انجام سے واقف تھے لہذا انکی علانیہ حمایت نہیں کر

سکتے تھے کیونکہ اس صورت میں جس دست تعدی نے مختار کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا وہ امام زین العابدینؑ کا بھی درپے آزاد ہوتا اور حکومت کی بغاوت کا الزام عائد ہوتا لہٰذا ظاہری طور پر امام ان سے اپنی بے تعلقی کا اظہار فرماتے تھے البتہ محمد حنفیہ کو بحیثیت بزرگ خاندان کے آگے کر دیا تھا امام کا سکوت اور محمد حنفیہ کا نمایاں ہونا اس امر کا باعث ہوا کہ بہت سے افراد محمد حنفیہ ہی کو امام وقت سمجھنے لگے۔ وقت کی نزاکت اس امر کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ امام زین العابدین اصل صورت حال سے لوگوں کو مطلع کریں جب آپ کو موقعہ ملا تو اپنے لوگوں کے سامنے محمد حنفیہ کو خانہ کعبہ کے پاس لیجا کر حجر اسود سے اپنی امامت پر گواہی دلوا دی۔ لیکن اس مدت میں بہت سے ظاہر بین افراد دھوکہ کھا گئے۔ ان کے دھوکہ کھانے کا ایک باعث یہ بھی ہوا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث اس مضمون کی وارد ہوئی تھیں کہ قریش میں سے ایک سردار مبعوث ہوگا جس کا نام محمد اور لقب مہدی ہوگا۔ ان احادیث کی بنا پر لوگ محمد حنفیہ ہی کو مہدی کہنے لگے۔

مختار کو تو گویا قدرت نے صرف انتقام خون حسینؑ کے لئے پیدا کیا تھا۔ اس لئے وہ ہمیشہ اسی مقصد میں منہمک رہے ان کو اس سے غرض نہیں تھی۔ کہ محمد حنفیہ کے متعلق لوگوں کا کیا رجحان ہو رہا ہے

ان کی روح ہر وقت پکارا کرتی تھی۔ انتقام! انتقام! انتقام! قدرت کا وہ اٹل قانون —— جو ہر مظلوم کی شہ رگ کٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے، قدرت کا وہ قوی پنجہ جو ہر ظالم کی گردن کو وقت آنے پر مڑوڑ دیتا ہے۔

خیر و شر، ظلم و رحم، انسانیت و ابلیسیت یہ وہ طاقتیں ہیں جو ابتدائے آفرینش سے آپس میں دست و گریباں ہیں۔ جہاں قدرت نے اہل شر کو یہ ڈھیل دے رکھی ہے کہ وہ اس دنیا میں خوب گل کھلائیں اور اہل خیر کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں۔ وہاں اس نے یہ بھی انتظام کر رکھا ہے کہ ہر فرعون کے لئے ایک موسیٰ اور ہر ظالم خودسر کے لئے ایک عصا وقت آنے پر اٹھتا ہے اور ظالم کو اس کے ظلم کی دنیا میں ہی پاداش دے دیتا ہے۔ ایک زمانہ میں بنی اسرائیل کے ظلم و ستم کی بازار اتنی گرم ہو گئی تھی کہ ایک دن میں ستر خاصان خدا کو قتل کر ڈالتے تھے۔ پھر اپنی دوکانوں پر مشغول خرید و فروخت ہوتے تھے۔ جیسے انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ ایک زن زانیہ کے کہنے پر حضرت یحیٰی کا سر کاٹا گیا اور اس عورت کے سامنے تحفہ کے طور پر پیش کیا گیا چشم فلک اس وقت خون کے آنسو رو رہی تھی۔ مگر لب قدرت پر زہر خند تھا کیونکہ اس کے پیش نگاہ بخت نصر کی خون آشام تلوار تھی جس نے چند روز کے بعد بلند ہو کر اہل ظلم کے خرمن حیات کو تہس نہس کر دیا جب وہ بیت المقدس کے قریب، اس جگہ پہونچا جہاں حضرت یحیٰی بن زکریا کو شہید کیا

گیا تھا۔ تو اس نے دیکھا کہ ایک مٹی کا پہاڑ ہے۔ جس میں سے خون اُبل رہا ہے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ اس جگہ بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ کا سر طشت میں کاٹا تھا۔ ان کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گر گیا اس وقت سے یہ خون ابل رہا ہے۔ جتنی مٹی ڈالی جاتی ہے اس کا جوش ختم نہیں ہوتا۔ بخت نصر نے کہا کہ میں ان ظالموں کا خون اس ٹیلہ پر بہاؤں گا۔ چنانچہ اس نے ستر ہزار بنی اسرائیل اس ٹیلہ پر قتل کئے تب وہ خون ساکن ہوا۔

اگر فرزند زکریا کے خون ناحق میں سے ایک قطرہ کی یہ تاثیر تھی تو فرزند رسول ثقلین اور ان کے جگر گوشوں کا خون ناحق کب رائگاں جا سکتا تھا۔ بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ کو اس بیدردی سے نہیں قتل کیا تھا جس ظلم وجور سے امام حسینؑ اور ان کے خاندان والوں کو بنی امیہ نے کربلا کے میدان میں تین روز کا بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا۔ یہی وجہ تھی کہ جناب یحییٰ کے خونِ ناحق کا انتقام قدرت نے ستّو سال کے بعد لیا مگر حسینؑ کی شہادت کو ابھی چھ سال کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ قدرت کی خون آشام تلوار مختارؓ بن ابو عبیدہ کی شکل میں اسی کوفہ سے برآمد ہوئی جس میں حسینؑ سر بریدہ اور زینبؑ کے سرخیدہ کا تماشا دکھایا جا رہا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ مختار نے انتقام خون آلِ اطہار میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ انتہائی حیرت انگیز اور عبرتناک واقعات پر مشتمل ہیں۔

مگر عام طور سے جو مختار نامے اردو میں لکھے گئے ہیں ان میں معتبر واقعات اور صحیح روایات کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ علامہ ابن نما رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک بیش قیمت رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں نہ صرف اصل واقعات کے چہرہ سے بڑی خوبی کے ساتھ نقاب کشائی کی گئی ہے۔ بلکہ مختارؓ کے دامن پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں ان کا بھی حسین پیرایہ میں جواب دیا گیا ہے۔ اس لئے میں اس رسالہ کے مواد کو اردو کے پیرایہ میں ڈھال کر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اس رسالہ کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی بحار الانوار میں درج فرمایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے قوم کے ذوقِ مطالعہ رکھنے والے افراد کی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہو گا۔ اور وہ اس کو قدر دانی کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

وَاِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

(مفتی) سید طیب آغا جزائری

جامع حائری۔ لاہور

۹ مئی سنہ ۱۹۶۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب ابن نما فرماتے ہیں کہ میں جب مقتل مثیر الاحزان کی تالیف سے فارغ ہوا تو میرے بعض دوستوں نے فرمائش کی کہ اس کے بعد احوال مختار رضی اللہ عنہ پر بھی ایک کتاب ہونا چاہیئے، لیکن چونکہ اس میں کئی نامعقول اسرار کے آشکار ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے ٹھیل وحجت کرتا رہا کہ یہ معاملہ بڑا نازک ہے۔ بہرکیف آخر میں مجھ کو ان کی التماس قبول کرنا پڑی پھر تو مختار رض کے متعلق جو کچھ میرے ضمیر میں چھپا پڑا تھا نکال کر سامنے رکھ دیا۔ مختار ہی وہ ہیں جنہوں نے سید المرسلین ع کی آتش غم پر پانی ڈالا۔ زین العابدین ع کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اس کے باوجود علمائے سلف ان کی زیارت سے اجتناب کرتے رہے اور ان کی فضیلت بیان کرنے کے موقعہ پر صاف کترا جاتے ہیں۔ . . . .

. . . . ان علما نے مختار کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ وہ محمد حنفیہ رض کی امامت کے قائل تھے۔ حتی کہ آپ کی قبر تک سے انکار کیا ہے۔ حالانکہ وہ مسجد کوفہ سے بالکل قریب ہے اس کا قبہ ہر اس شخص کو جو مزار مسلم رض سے باہر آئے ستارہ کی طرح چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ ان علمانے بجائے تحقیق کے تقلید پر بھروسہ کیا گویا ان کو یہ یاد ہی نہ رہا کہ انہوں نے حضرت سید الشہداء ع کے قاتلوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور ان سے جہاد کیا اور امام زین العابدین علیہ السلام کی انتہائی رضامندگی حاصل کی۔ یہ لوگ مختار کے

بلند مرتبہ سے محض تقلید کی بدولت منکر ہو گئے درانحالیکہ ان کے گلستان فضائل ومناقب سے سعادت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

حضرت محمد حنفیہ رض امام زین العابدین علیہ السلام سے سن میں اگرچہ بڑے تھے مگر اس کے باوجود وہ ہر بات میں ان کی تقدیم کو فرض و دین جانتے تھے۔ ان کی کوئی حرکت اور کوئی بات امام کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتی تھی اور وہ ان کے احکامات اسطرح بجا لاتے تھے جس طرح رعیت بادشاہ کے احکام پر عامل ہوتی ہے اور ان کا یوں احترام کرتے تھے۔ جس طرح خادم آقا کا احترام کرتا ہے۔ قاتلان حسین ع سے انتقام کا عہدہ جو انہوں نے اپنے سر لیا اور اس سلسلہ میں جو امور انہوں نے انجام دیئے وہ محض امام کی راحت رسانی کے لئے تھا۔ تاکہ آپ کو کسی قسم کی زحمت نہ ہو اور ادھر ادھر آنا جانا نہ پڑے اس بات کے اوپر حسب ذیل روایت خوب دلالت کرتی ہے۔

امامت پر حجر اسود کی گواہی:۔ ابو بحیر عالم اہواز (جو محمد حنفیہ کی امامت کا قائل تھا) نے روایت کی ہے کہ میں مکہ بغرض حج گیا اور وہاں اپنے امام (محمد حنفیہ رض) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں ان کے سامنے سے ایک جوان گزرا اور اس نے محمد حنفیہ کو سلام کیا۔ اس کو دیکھتے ہی محمد حنفیہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس جوان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور میرے آقا کہکر ان سے خطاب کیا جب وہ نوجوان چلا گیا تو میں نے محمد حنفیہ رض سے کہا کہ میری

مشکل اللہ ہی حل کر سکتا ہے۔ محمد حنفیہ نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ ہم لوگ
تو اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ امام مفترض الطاعت ہیں اور آپ اس نوجوان کو
سیدی (میرے آقا) کہتے ہیں۔ یہ سن کر محمد حنفیہ نے جواب دیا۔ نَعَمْ هُوَ وَاللّٰہِ اِمَامِی۔
ہاں خدا کی قسم وہ ہی میرا امام ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ کہا یہ میرے بھائی
حسینؑ کے فرزند علی ہیں۔ پھر اس کے بعد محمد حنفیہؒ نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہونا چاہیئے
کہ میرے ان کے درمیان خلافت کے بارے میں اختلاف تھا چنانچہ انہوں نے مجھ
سے فرمایا کہ اس بات پر راضی ہوتے ہو کہ حجر اسود میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ
کرے؟ میں نے کہا کہ جماد کو کیسے حاکم بناؤں۔ علی بن الحسین نے کہا جماد جس کی بات
کا جواب نہ دے سکیں۔ وہ امام ہی نہیں ہے۔ یہ سن کر میں نادم ہوا میں نے
کہا کہ اچھا میرا اور آپ کا فیصلہ حجر اسود ہی کرے گا۔ یہ کہہ کر ہم حجر اسود کے
پاس گئے۔ اس کے پاس میں نے بھی نماز پڑھی اس کے بعد زین العابدینؑ حجر اسود
کے پاس آگئے۔ اور فرمایا ـــــ اے حجر اسود میں تجھ کو اس کی قسم دیتا ہوں
جس نے تیرے پاس لوگوں کے عہد امانت رکھے تاکہ تو ان کے پورا ہونے کی گواہی
دے، یہ بتلادے کہ ہم دونوں میں سے کون امام ہے؟ محمد حنفیہ کہتے ہیں کہ خدا
کی قسم حجر اسود سے آواز آئی کہ ـــ اے محمد امامت کا معاملہ اپنے بھتیجے
کے سپرد کر دو۔ وہ اس معاملہ میں تم سے زیادہ سزاوار ہیں۔ اور وہ ہی تمہارے بھی
امام ہیں۔ حجر اسود اس زور سے ہلا کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اپنی جگہ سے علیحدہ

ہو کر زمین پر آ رہے گا۔ یہ دیکھ کر میں ان کی امامت کا معتقد ہو گیا اور انکی اطاعت
اپنے اوپر فرض جان لی ہے۔ ابو بجیر کہتا ہے میں جب سے محمد حنفیہ کے پاس سے
آیا ہوں اس وقت سے علی بن الحسین کی امامت کا معتقد ہوں اور مذہب کیسانیہ
میں نے چھوڑ دیا ہے۔ و نیز ابو بصیر نے ...... امام محمد باقر علیہ السلام سے
روایت کی ہے۔ کہ ابو خالد کابلی نے ایک عمر محمد حنفیہ کی خدمت گزاری میں
صرف کی۔ ان کو محمد حنفیہ کی امامت میں شک و شبہ نہ تھا۔ ایک روز یہ
محمد کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں۔ آپ پر میری دیرینہ
خدمت گزاری کا حق ہے لہذا میں آپ کو خدا اور اس کے رسولؐ اور امیر
المومنینؑ کی حرمت کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ بتلائیں کہ کیا آپ امام مفترض
الطاعہ تمام خلق کے لیے ہیں؟ محمد حنفیہ نے جواب دیا کہ اے ابو خالد! تم
نے مجھ کو بہت بڑی قسم دی ہے۔ میرے اور تمہارے اور ہر مسلمان کے
امام میرے بھتیجے علی بن الحسین ہیں۔ جب ابو خالد نے محمد حنفیہ کی بات سُنی تو
وہ امام زین العابدینؑ کے پاس آئے اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے
حضرت نے فرمایا مَرْحَبًا یَا کَنْکَرُ مَا کُنْتَ لَنَا بِزَائِرٍ مَا بَدَا لَکَ فِیْنَا
اے کنکر خوش آمدید تم پہلے تو ہمارے پاس نہیں آتے تھے آج کیا بات ہوئی۔
ابو خالد یہ کلام سن کر زمین پر سجدہ شکر میں گر گئے۔ اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ
لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی زُرْتُ اِمَامِیْ خدایا تیرا شکر کہ میں نے مرنے سے پہلے اپنے

امام کو پہچان لیا۔ حضرت نے فرمایا۔ وَكَيْفَ عَرَفْتَ اِمَامَكَ يَا اَبَاخَالِد۔ اے ابو خالد تم نے اپنے امام کو کیونکر پہچانا؟ ابو خالد نے کہا کہ آپ نے مجھ کو میرے اس نام سے پکارا جس سے میری ماں کے سوا کوئی واقف نہیں۔ مولا! میں ابتک اندھیرے میں تھا۔ میں ایک عرصہ سے محمد حنفیہ کی خدمت میں رہا اور میں نے ان کی امامت میں شک بھی نہیں کیا یہاں تک کہ میں نے ایک روز ان کو قسم دی تب انہوں نے میری رہنمائی آپ کی طرف کی اور کہا کہ زین العابدین میرے اور تیرے اور ہر مسلمان پر امام ہیں۔ اس کے بعد ابو خالد امام زین العابدینؑ کی امامت کا اقرار کر کے واپس چلا گیا۔

محمد حنفیہ اور حسنینؑ کا تقابل:- جب محمد حنفیہ اپنے والد کے ساتھ کسی جنگ میں تھے تو بعض خوارج نے ان کو حضرت امیر المومنینؑ کے خلاف ورغلانے کے لئے یہ کہا کہ ہمیشہ امیر المومنین تم ہی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ حسنؑ و حسینؑ کو نہیں بڑھاتے تو محمد حنفیہ نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ وہ دونوں امیر المومنینؑ کی آنکھیں ہیں اور میں ان کا ہاتھ ہوں لہذا میں ان کا ہاتھ بن کر ان کی آنکھوں کو بچا رہا ہوں۔ نیز ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے موقعہ پر ایک روز حضرت علیؑ نے محمد حنفیہ کو بلا کر کہا کہ بیٹا میمنہ پر حملہ کرو۔ محمد حنفیہ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر لشکر معاویہ کے میمنہ پر ایسا حملہ کیا کہ ان لوگوں کے پیر اکھڑ گئے۔ اس کے بعد محمد حنفیہ اس طرح واپس آئے۔

کہ جسم پر زخم لگ گئے تھے جن سے خون بہہ رہا تھا۔ آتے ہی کہا بابا پیاس لگی حضرت نے خود اٹھ کر پانی پلایا اور باقی پانی زرہ پر ڈال دیا۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ محمد حنفیہ کی زرہ کی کڑیوں سے خون ابل رہا تھا حضرت علی نے ان کو تھوڑی دیر کی مہلت دی۔ پھر فرمایا کہ - اب میسرہ پر حملہ کرو۔ یہ سن کر محمد حنفیہ اپنی جماعت کو لیکر دوبارہ حملہ آور ہوئے۔ اور اتنی جنگ کی کہ میسرہ بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ اب کی محمد حنفیہ پھر زخمی واپس آئے اور زبان پر تھا "الماء الماء" (پانی پانی) حضرت نے پہلے کی طرح پانی پلایا اور زرہ کو ٹھنڈا کیا پھر فرمایا۔ شُدَّ فِي الْقَلْبِ۔ بیٹا اب قلب لشکر پر حملہ آور ہو یہ سن کر محمد حنفیہ نے قلب لشکر پر حملہ کیا اور اس کو بھی پراگندہ کر دیا۔ اور تیسری بار زخمی ہو کر لوٹے باپ کے پاس آکر رونے لگے۔ امیر المومنین نے محمد حنفیہ کو گلے سے لگایا اور پیشانی کا بوسہ دے کر پوچھا تیرا باپ تجھ پر قربان! میں تو تیرے جہاد سے بہت خوش ہوں تو کیوں روتا ہے۔ کیا یہ خوشی کا رونا ہے یا کوئی تکلیف پہونچی ہے؟ محمد حنفیہ نے جواب دیا کہ بابا! کیونکر نہ روؤں کیونکہ آپ نے تین دفعہ مجھ کو موت کے منہ میں بھیجا اور اللہ نے جب بھی مجھ کو سلامت واپس بھیج دیا پھر آپ نے مہلت نہ دی اور پھر بھیج دیا وَهٰذَانِ اَخَوَايَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ مَا تَاْمُرُهُمَا بِشَيْئٍ۔ اور یہ میرے دونوں بھائی حسن و حسین بھی تو ہیں ان سے آپ کچھ نہیں فرماتے حضرت نے محمد حنفیہؓ سے یہ کلام سن کر ان کی پیشانی چومی اور ارشاد کیا۔ يَا بُنَيَّ اَنْتَ

اِبْنِی وَھٰذَانِ اِبْنَا رَسُوْلِ اللہِ ۔ اے بیٹا! تو میرا فرزند ہے اور یہ دونوں فرزند رسول اللہ کے فرزند ہیں۔ میں ان کی حفاظت کیونکر نہ کروں۔ محمد حنفیہ نے کہا۔ کہ بابا! درست ہے خدا مجھ کو آپ پر اور ان دونوں پر فدا کر دے۔ پس جب محمد حنفیہ کی یہ رائے ہو تو وہ اطاعت سے کیونکر خارج ہو سکتے ہیں درانحالیکہ وہ جانتے تھے کہ زین العابدینؑ ہی دراصل ولی الدم اور وارث انتقام اور طالب خون شہدائے کرام ہیں۔ لہذا مختار ایک مقتدر بادشاہ کی شان سے (امام زین العابدینؑ کی نیابت میں) اس انتقام کو انکے دشمنوں سے لینے کی غرض سے اٹھے اور ان کے طویل ہاتھ نے آل محمدؐ کے دشمنوں کو بیخ و بن سے نکال لیا اور ان ہڈیوں کو چکنا چور کر دیا جنہوں نے گناہوں سے غذا پائی تھی۔ اور ان گوشتوں کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ جو شراب سے پلے پڑے تھے بالآخر اس منزلت و شرف پر فائز ہوئے جس پر آج تک نہ کوئی عربی فائز ہوا نہ کوئی عجمی بلکہ ان کو تو وہ مقام ملا جو کسی ہاشمی نے بھی حاصل نہیں کیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی غور کرنا چاہیئے۔ کہ ابراہیم بن مالک اشتر بھی اس خروج میں ان کے شریک کار اور ان کے دعوے کے موید و مصدق تھے۔ اگر مختار کا مسلک ناروا ہوتا تو وہ کیسے شریک ہو سکتے تھے۔ ابراہیم کے متعلق کسی نے بھی نہیں کہا کہ وہ اپنے دین میں شک کرنے والے یا اپنے اعتقاد و یقین میں گمراہ تھے جب ان کا یہ حال ہے تو مختار بھی انہی جیسے تھے کیونکہ دونوں کا حکم ایک ہے۔

اب میں مختصراً بیان کرتا ہوں کہ مجاہد و لشکرار کو مختار (علیہ الرحمہ) نے کس طرح واصل جہنم کیا اور اس رسالہ کا نام میں نے ذَوْبُ النُّضَارِ (پگھلا ہوا سونا) فی شَرْحِ الثَّارِ رکھا۔ اور اس کے چار باب قرار دیئے ہیں (پہلا باب) آپ کے نام و نسب کے بیان میں (دوسرا باب) سلیمان بن صرد خزاعی کے بیان میں (تیسرا باب) مختار کے خروج میں (چوتھا باب) عمر سعد ابن زیاد وغیرہ کے انجام میں۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

باب ۱

امیر مختار کا نام و نسب

آپ کا پورا نام و نسب مختار بن ابو عبیدہ بن مسعود بن عمیر ثقفی ہے۔ مرزبانی نے ابن عمیر (مختار کے دادا) کا نسب یوں بیان کیا ہے۔ ابن عمیر بن عقدہ بن عنزہ۔ مختار کی کنیت ابو اسحٰق تھی۔ مختار کے والد ابو عبیدہ نے جس وقت شادی کرنا چاہی تو ان کے خاندان کی کئی عورتوں کا نام لیا گیا۔ لیکن انہوں نے سب کو رد کر دیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے تَزَوَّجْ دَوْمَۃَ الْحَسْنَاءَ الْحَوْمَۃَ فَمَا تَسْمَعُ فِیْھَا لِلَائِمٍ لَوْمَۃً۔ یعنی اگر تم خوش جمال دومہ سے شادی کرو تو اس کی بابت کوئی حرف چینی نہ سنو گے۔ ابو عبیدہ نے یہ خواب اپنے عزیزوں سے بیان کیا چنانچہ دومہ بنت وھب

بن عمر بن سعید سے ان کی شادی ہوگئی۔ جب دومہ کے بطن میں مختار آئے تو دومہ کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔
اَبْشِرِی بِالْوَلَدِ۔ اَشْبَهُ شَیْءٍ بِالْاَسَدِ۔ اِذَا الرِّجَالُ فِی کَبَدٍ۔ تَقَاتَلُوْا عَلٰی بَلَدٍ۔ کَانَ لَهُ الْحَظُّ الْاَشَدُّ۔ ——— یعنی اے دومہ تم کو مژدہ ہو کہ تمہارا فرزند شیر کی مانند ہے۔ جب لوگ گرفتار محن ہوں گے اور ایک شہر پر جنگ کریں گے۔ اس وقت اس فرزند کا بہرہ بہت زیادہ ہوگا۔ جب مادر مختار مختار کو جنیں تو پھر اسی نادیدہ شخص نے کہا۔ انہ قبل ان یترعرع وقبل ان یتشعشع قلیل الہلع کثیر التبع یدان بما صنع۔[۱]

دومہ کے ہاں ابوعبیدہ سے مختار کے علاوہ جبرا، ابوجبیرہ، ابوالحکم اور ابوامیہ بھی پیدا ہوئے۔ مختار کی ولادت ہجرت کے سال ہوئی اپنے والد کے ساتھ واقعہ قس الناطف میں بھی شریک تھے اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔ مختار بار بار جنگ کے لئے نکل پڑتے تھے لیکن ہر دفعہ ان کے چچا سعد بن مسعود روک دیتے تھے۔ مختار جب جوان ہوئے تو بالکل بیباک و نڈر تھے کسی چیز سے نہیں ڈرتے تھے۔ خطرناک امور میں خود کو ڈال دیتے تھے، عقل بھی ان میں وافر تھی اور حاضر جواب تھے، صفات پسندیدہ کے دارا، ایسے نفس کے مالک جس میں سخاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی، ایسی فطرت رکھتے تھے جو اپنی فراست سے تمام چیزوں کی تہ تک پہنچ

۱؎ یعنی یہ بچہ بڑا صابر اور بہادر ہوگا۔

جاتی تھی، ایسی ہمت تھی جس کے ذریعہ ستاروں پر کمند ڈالنے کے لئے تیار رہتے تھے، اندازہ ان کا بالکل درست ثابت ہوتا۔ جنگ میں جو وار لگاتے وہ خطا نہ جاتا، تجربوں نے ان کو پختہ کار بنا دیا تھا۔ معرکوں نے ان کو نبرد آزما کر دیا تھا۔

مختار رضی اللہ عنہ حضرت علی علیہ السلام کے زانو پر :- اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں میں نے مختار کو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے زانو پر بیٹھے دیکھا حضرت مختار کا سر سہلا رہے تھے اور یا کیس یا کیس اے زیرک فرماتے جاتے تھے اسی سے ان کا لقب کیسان پڑ گیا اور اسی طرف فرقہ کیسانیہ کی نسبت دی گئی۔

جس طرح واقفیہ امام موسیٰ بن جعفر کی طرف اور اسماعیلیہ ان کے بھائی اسماعیل کی طرف اور دوسرے فرقے منسوب ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مختار کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا، ہمارے خون کا انتقام لیا، ہماری بیواؤں کی شادیاں کر دیں، ہمارے ناداروں میں مال تقسیم کیا۔

نیز روایت ہے کہ کچھ لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان لوگوں میں عبداللہ بن شریک بھی تھے۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت کی مجلس میں داخل ہوا اور اس نے حضرت کا ہاتھ چومنا چاہا حضرت نے ہاتھ کھینچ لیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ آنے والے نے

جواب دیا میں مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کا فرزند ابو الحکم ہوں ۔ یہ سن کر امام علیہ السلام
نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سے اس قدر نزدیک کیا کہ لوگوں کو گمان ہوا
کہ امام اپنی آغوش میں بٹھانا چاہتے ہیں ۔ ابو الحکم نے عرض کی کہ مولا!
لوگ میرے باپ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے ہیں خدا کی قسم اس
معاملہ میں آپ کا فیصلہ برحق ہے"

"لوگ کیا کہتے ہیں؟" امام نے پوچھا۔

"لوگ تو ان کو کذاب کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اب آپ جو
فرمائیں میں قبول کرنے کو تیار ہوں" یہ سن کر حضرت نے فرمایا۔

"سبحان اللہ۔ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ میرے بابا (امام زین العابدین
علیہ السلام) نے مجھ کو بتلایا ہے کہ میری والدہ کا مہر مختار کے فرستادہ
مال میں سے ادا کیا گیا تھا" کیا مختار نے ہمارے مکانات نہیں بنوائے۔
ہمارے قاتلوں سے انتقام نہیں لیا اور ان کو قتل نہیں کیا۔ پھر حضرت نے
تین دفعہ فرمایا۔ رَحِمَ اللہُ اَبَاکَ ۔ خدا تیرے باپ پر رحم کرے۔ انہوں
نے کسی سے ہمارا انتقام لیئے بغیر نہ چھوڑا"

جناب زید کی ولادت:- ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ میں موسم
حج میں ہر سال امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت کو جایا کرتا تھا۔
ایک دفعہ میں ان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک

صاحبزادہ آپ کے زانو پر بیٹھا ہے۔ ناگہاں وہ بچہ اٹھ کر دروازہ کی طرف
گیا چوکھٹ کی ٹھوکر لگی اور گر پڑا چوٹ لگنے سے خون بہہ نکلا۔ امام نے دوڑ کر
اس بچہ کو گود میں اٹھا لیا ۔ آپ اس بچہ کی پیشانی سے خون پاک کرتے جاتے
تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو ہی وہ بچہ ہو جس کو کناسہ میں
دار پر لٹکایا جائیگا راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان!
کون سا کناسہ؟ فرمایا کناسۃ الکوفہ ۔ میں نے کہا مولا! کیا یہ واقعہ بھی ہونے والا
ہے؟ فرمایا اس کی قسم جس نے محمد کو رسول بنا کر بھیجا اگر تو میرے بعد باقی
رہا تو اپنی آنکھ سے دیکھے گا کہ میرا یہ فرزند قتل کر کے دفن کیا جائے گا۔ پھر
اس کو قبر سے نکال کر کھینچتے ہوئے لے جائیں گے اور کناسہ میں دار پر آویزاں
کریں گے ۔ اس کے بعد سولی پر سے اتار کر اس کی میت کو جلائیں گے ۔ اور
اس کی خاک کو جنگلوں میں پریشان کر دیں گے ۔ میں نے پوچھا مولا اس بچہ کا
نام کیا ہے؟ فرمایا یہ میرا فرزند زید ہے ۔ اتنا کہہ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ
گئے ۔ فرمایا تم کو میں اپنے اس بچہ کی سرگذشت سناتا ہوں ۔ ایک رات کو میں رکوع
و سجود میں بسر کر رہا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی میں نے دیکھا کہ میں گویا جنت میں
رسول خدا علی مرتضیٰ فاطمہ زہرا حسن و حسین علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوں
اور ان حضرات نے خلد بریں کی ایک حور سے میری شادی کی ہے ۔ میں نے اس
حور سے نزدیکی کی اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس غسل کیا اتنے میں کسی نے میرے

پس پشت آواز دی کہ زید مبارک ہو۔ یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوا اور وضو کر کے
میں نے صبح کی نماز پڑھی اس وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دروازہ
کھولا دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہے اور اس کے ساتھ چادر میں لپٹی ہوئی ایک کنیز
ہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں علی بن الحسینؑ سے ملنا چاہتا
ہوں میں نے کہا میں ہی علی بن الحسینؑ ہوں۔ اس نے کہا میں مختار بن ابو عبیدہ
ثقفی کا فرستادہ ہوں۔ انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور مجھ کو یہ کنیز چھ سو دینار
میں دستیاب ہوئی ہے اور اس کے ساتھ مزید چھ سو دینار بھیجے ہیں جن کو آپ
اپنے ضروریات میں صرف فرمائیں ساتھ ہی اس کے ایک خط بھی دیا ہے میں نے
خط کا جواب لکھ کر قاصد کے حوالے کیا اور اس کنیز سے اس کا نام پوچھا اس نے کہا
کہ میرا نام حورا ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے نزدیکی کی اور اس کے بطن سے خداوند
عالم نے مجھ کو یہ فرزند عطا کیا جس کا نام میں نے زید رکھا۔ جو کچھ اس کی بابت میں
نے پیشن گوئی کی ہے عنقریب تم اس کو دیکھ لینا۔ ابو حمزہ ثمالی اس روایت کے راوی
کہتے ہیں کہ حضرت نے زید کی بابت جو کچھ فرمایا تھا وہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں
سے دیکھ لیا۔ نیز عمر بن علی روایت کرتے ہیں کہ مختار نے امام زین العابدینؑ کی خدمت
میں بیس ہزار دینار بھیجے آپ نے وہ مال قبول فرمایا اور اس سے عقیل بن ابی طالب
کا گھر جو منہدم ہو گیا تھا پھر سے تعمیر کروا دیا۔

مختار کے ابتدائی حالات:۔ مختار بڑے مسجع مقفع کلام کرنے والے تھے۔

اگر بولتے تو بہترین بات کہتے اگر جنگ کرتے تو سکون قلب کا مظاہرہ کرتے۔
لوگوں کو ہمت دلاتے۔ جو اندازہ لگاتے درست ہوتا جو بات کہتے پوری نکلتی،
اگر ایسے نہ ہوتے تو اتنی بڑی لڑائیاں اور جنگیں کیونکر جھیلتے اور لشکر قہار پر امارت
کیسے حاصل کرتے۔ ان کی ابتدائی زندگی کے متعلق مذکور ہے کہ حضرت علی علیہ
السلام نے ان کے چچا کو مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا اس وقت یہ ان کے ہمراہ تھے۔
پھر جب معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا تو یہ مدینہ آ گئے اور محمد حنفیہ
کے حاشیہ نشین ہو گئے ان سے احادیث لیتے تھے۔ پھر یہ پلٹ کر کوفہ آ گئے اور
ایک روز مغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ مغیرہ نے راہ میں کہا کہ عنقریب ایک جنگ
خارتگر ہونے والی ہے۔ میں ایک بات ایسی جانتا ہوں کہ اگر کوئی اس بات کا
اعلان کر دے اور میرے علاوہ کوئی بھی اس بات کو نہیں کہہ سکتا، تو لوگ اس کے
پیچھے دوڑ پڑیں گے۔ خصوصاً عجمی لوگ جن کے سامنے جو چیز بھی کہی جائے تو فوراً
اس کو مان لیتے ہیں۔ مختار نے کہا اچھا وہ کونسی بات ہے؟ مغیرہ نے کہا کہ کچھ لوگ
آل محمد کے طفیل میں حکومت حاصل کریں گے۔ مختار کے دل میں مغیرہ کی یہ بات
بیٹھ گئی۔ اور اس وقت سے انہوں نے علیؑ حسنؑ و حسینؑ کے فضائل و مناقب علانیہ بیان
کرنا شروع کر دیئے۔ اور لوگوں سے کہنا شروع کیا۔ کہ بعد رسول ان کے اہلبیت
حکومت کے حقدار تھے اور ان کے مصائب لوگوں سے بیان کرنا شروع کئے۔ ایک
روز معبد بن خالد مختار سے ملے مختار نے ان سے کہا کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ثقیف میں

ایک آدمی پیدا ہوگا جو جابرین کو قتل کرے گا، مظلوموں کی نصرت کرے گا اور کمزوروں
کے خون کا انتقام لے گا۔ غرض وہ تمام صفات کتابوں میں موجود ہیں جو مجھ میں
پائے جاتے ہیں۔ سوائے دو صفتوں کے کہ وہ مجھ میں نہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ
جس شخص کے متعلق پیشین گوئی کی گئی ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ جوان ہوگا
اور میری عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی آنکھیں کمزور
ہوں گی۔ اور میری نظر عقاب سے زیادہ تیز ہے۔ معبد نے یہ سن کر کہا کہ سن کا
جواب یہ ہے کہ ساٹھ سالہ و ستر سالہ ہی اس زمانہ میں جب یہ پیشین گوئی کی گئی تھی
جوان سمجھا جاتا تھا اور آنکھوں کا جواب یہ ہے کہ کیا خبر بعد کو تمہاری آنکھیں کیسی
رہیں گی۔ شاید بعد میں کمزور ہو جائیں۔

مختار ابن زیاد کے دربار میں: شعبی نے بیان کیا ہے کہ مختار اسی
طرح رہے یہاں تک کہ معاویہ نے وفات کی اور یزید تخت حکومت پر بیٹھا اور امام
حسین ؑ نے مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ مختار نے مسلم کو اپنے گھر میں مہمان کیا
اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب مسلم مار ڈالے گئے تو لوگوں نے مختار کی خبر ابن
زیاد کو پہونچائی۔ چنانچہ ابن زیاد نے ان کو اپنے سامنے طلب کیا اور پوچھ کر لے
عبید کے بیٹے! کیا تم نے ہمارے دشمنوں کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس وقت عمرو
بن حریث اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے گواہی دی کہ انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔
ابن زیاد نے کہا کہ اگر عمرو تمہارے متعلق گواہی نہ دیتا تو میں تم کو قتل کر دیتا اس

کے بعد اس نے مختار کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ایک لکڑی ایسی ماری جس سے ان
کی ایک آنکھ زخمی ہو گئی۔ اس کے بعد ان کو قید کر دیا اور ان کے ساتھ عبداللہ بن
حارث بن عبدالمطلب بھی قید کئے گئے۔ ان کے ساتھ قید خانہ میں میثم تمار بھی تھے
عبداللہ نے کسی سے استرہ مانگا اور کہا کہ میں ابن زیاد کی طرف سے مطمئن
نہیں ہوں۔ شاید وہ مجھے قتل کر دے لہٰذا جسم سے زائد بال تو دور کر دوں۔ مختار
نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! ابن زیاد نہ تو تم کو قتل کرے گا نہ مجھے، اور تھوڑا عرصہ نہ
گزرے گا کہ تم بصرہ کے والی ہو جاؤ گے۔ میثم نے مختار سے کہا کہ یہ بھی تو کہو کہ تم
خون حسین ؑ کا انتقام لینے اٹھو گے اور اس کو مارو گے جو اس وقت ہم کو قتل کرنا
چاہتا ہے اور اپنے پیروں سے اس کا چہرہ کچلو گے۔ یہ بات بھی مختار کے دل میں
رہی یہاں تک کہ امام حسین ؑ شہید کر ڈالے گئے اس وقت مختار قیدی تھے۔ اسی
اثنا میں مختار نے اپنی بہن صفیہ بنت ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ وہ اپنے شوہر عبداللہ بن
عمر سے کہہ کر مختار کی سفارش یزید سے کروا دیں۔ چنانچہ ابن عمر نے مختار کے لئے یزید
کو سفارشی خط لکھا اور عبداللہ بن حارث کی بابت ان کی خالہ ہند بنت ابوسفیان
نے سفارش کر دی۔ یزید نے ابن زیاد کو دونوں کے آزاد کرنے کے متعلق خط لکھا
اور اس نے فوراً ان کو آزاد کر دیا۔ لیکن مختار سے کہا کہ تین دن کے اندر کوفہ چھوڑ
دیں۔ ورنہ ان کی گردن مار دی جائے گی۔ مختار حجاز کی طرف بھاگ نکلے۔ جب
مقام واقصہ میں پہونچے تو صعب بن زبیر ازدی سے ملاقات ہوئی انہوں نے

پوچھا مختار یہ تمہاری آنکھ کو کیا ہوا؟ مختار نے کہا میرا یہ حال ابن زیاد نے بنایا ہے خدا مجھ کو مارے اگر میں اس کو نہ ماروں میں انشاءاللہ حسینؑ مظلوم کے عوض اتنے لوگوں کو ماروں گا۔ جتنے یحییٰ بن زکریاؑ کے عوض مارے گئے تھے۔ اور ان کی تعداد ستر ہزار تھی۔ بعد ازاں انہوں نے کہا کہ اسکی قسم جس نے قرآن نازل کیا میں نواسہ رسولؐ کے خون ناحق کے بدلہ میں قبیلہ ہائے ازد عمان مذحج وہمدان نہد وخولان بکر وہزان ثعل ونبہان عبس وذبیان قیس وغیلان کے سرکشوں کو تہ تیغ کردوں گا۔ ہاں اے صقعب خدائے سمیع وعلیم کی قسم! میں بنی کندہ وسلیم کے یوں ٹکڑے اڑا دوں گا جس طرح چادر کے ٹکڑے اڑا دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مختار مکہ روانہ ہو گئے۔

ابن عرق کہتا ہے کہ میں نے مختار کو دیکھا کہ ان کی ایک آنکھ کٹی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ تمہاری ایک آنکھ کیونکر ضائع ہوئی انہوں نے جواب دیا کہ ابن زیاد نے میری آنکھ ضائع کی ہے اے ابن عرق اب انقلاب کا وقت آگیا ہے۔ غرض اس طرح اپنے خروج کی پیشین گوئیاں کرتے رہے۔ یہانتک کہ یزید واصل جہنم ہوا۔ اور روز پنجشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳ھ یا ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔

اس وقت یزید کی عمر ۳۸ سال کی تھی۔ مدت خلافت ۳ سال ۸ ماہ تھی۔ اس نے اپنے بعد گیارہ لڑکے چھوڑے ایک ان میں سے ابولیلیٰ معاویہ تھا اہل شام نے اس کی بیعت کی مگر اس نے حکومت سے دستبرداری اختیار کی یزید کا دوسرا

لڑکا خالد تھا۔ اس کی ماں ہاشم بن عتبہ بن عبد مناف کی بیٹی تھی۔ یزید کے مرنے کے بعد اس سے مروان بن حکم نے شادی کر لی اسی سال حجاز مکہ میں عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی گئی اور شام میں مروان بن حکم کی بیعت واقع ہوئی اور بصرہ والوں نے ابن زیاد کی بیعت کی۔ اہل عراق حیرانی میں تھے۔ ان کو قتل حسینؑ کی وجہ سے سخت پشیمانی تھی کہ وہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ انہی لوگوں میں عبیداللہ بن حر جعفی بھی تھا یہ وہ شخص تھا جس کے پاس راہ میں امام حسینؑ خود تشریف لائے تھے اور اس کو اپنی نصرت کی دعوت دی تھی۔ مگر یہ شومی قسمت سے محروم رہ گیا تھا۔ یہ اپنی پشیمانی اور افسوس کا اظہار اس شدت سے کرتا تھا کہ قریب تھا اپنی جان دے دے۔

اس نے یہ نوحہ کہا ہے ؎ فیالک حسرۃ ما دمت حیا ۔ تردد بین حلقی والتراقی ۔ حسین حین یطلب بذل نصری ۔ علی اهل الضلالة والنفاق ۔ غداۃ یقول لی بالقصر قولا ۔ اتترکنا وتزمع بالفراق ۔ ولو انی اواسیه بنفسی ۔ لنلت کرامة یوم التلاق ۔ مع ابن المصطفیٰ نفسی فداه ۔ تولی ثم ودع بانطلاق ۔ فلو فلق التلهف قلب حی ۔ لهم الیوم قلبی بانفلاق ۔

فقد فاز الاولی نصروا حسینا
وخاب الآخرون اولی النفاق

یعنی ہائے یہ حسرت تمام عمر میرے سینہ کو جلاتی رہے گی۔ کہ حسینؑ علیہ السلام

اہل کفر و نفاق کے مقابلہ میں مدد کے طلب گار تھے۔ جب وہ مقام قصر المقاتل میں مجھ سے فرما رہے تھے کہ کیا تم مجھ کو چھوڑ کر چلے جا رہے ہو۔ اگر اس روز میں انکی مدد کرتا تو فرزند رسولؐ کے ساتھ قیامت تک کی بزرگی پالیتا۔ ان پر فدا ہوں بالآخر آپ واپس چلے گئے۔ اگر کسی زندہ شخص کا دل افسوس سے شق ہو سکتا ہے تو بلا شبہ آج میرا دل شدت غم سے پھٹا جا رہا ہے۔ بیشک جن لوگوں نے حسینؑ کی مدد کی رہی کامیاب ہوئے اور باقی منافق نامراد رہے۔

توابین: عراق میں اس وقت سوائے چند شیعوں کے اور کسی میں جنگ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ ان میں سے سب سے پہلے جو شخص اس ارادہ سے کھڑا ہوا وہ سلیمان بن صرد خزاعی تھے۔ ان کو حضرت رسولؐ و حضرت علیؑ کی صحابیت کا شرف بھی حاصل تھا۔ ان کے ساتھ یہ لوگ بھی کھڑے ہوئے مسیب بن نجبہ فزاری (ان کا شمار بلند پایہ شیعوں میں ہوتا تھا یہ بھی حضرت علیؑ کے صحابی تھے) عبداللہ بن سعد ازدی۔ رفاعہ بن شداد بجلی۔ عبداللہ بن وال تیمی یہ لوگ سلیمان کے گھر میں اکٹھا ہوئے ان کے ساتھ اور دوسرے افراد بھی تھے۔ سلیمان نے گفتگو کا آغاز کیا۔ اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا طولانی عمر اور نت نئے فتنوں میں ہم مبتلا کئے گئے ہیں ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمارا شمار ان لوگوں میں نہ کرے۔ جن کا ذکر اس نے اس آیت میں کیا ہے۔ اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ

من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر۔

یعنی کیا ہم نے تم کو طولانی عمر نہیں دی تاکہ جو ہم کو یاد کرنا چاہے وہ یاد کر سکے اور تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آئے اب اپنے کئے کا مزا چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

العمر الذی اعذر اللہ فیہ ابن آدم ستون سنۃً۔

یعنی وہ عمر جس میں اللہ بندے کا عذر قبول کرتا ہے وہ ساٹھ سال تک ہے۔ تو اس وقت ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی عمر اتنی نہ ہو چکی ہو۔ جب کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا عزم کیا ہوا تھا۔ اور ہم اپنے گروہ کی مدح کیا کرتے تھے۔ مگر جب اللہ نے ہم ہی سے ان کا امتحان لیا جو ہم میں بہتر تھے تو ہم کو اس نے جھوٹا پایا کیونکہ ہم نواسہ رسولؐ کی مدد نہ کر سکے اب تمہارا کوئی عذر قبول نہیں سوائے اس کے ان کے قاتلوں سے جنگ کرو شاید خدا ہم کو بخش دے۔" یہ کہہ کر سلیمان بیٹھ گئے۔ رفاعہ بن شداد نے کہا کہ اے سلیمان! اللہ نے بہترین بات کی طرف تمہاری ہدایت فرمائی ہے اور تم نے بہترین کام کی طرف ہم کو دعوت دی اور فاسقین کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب دی اور توبہ کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا۔ تمہاری یہ دعوت بسر و چشم منظور و قبول ہے پھر انہوں نے حاضرین سے کہا کہ اگر تم لوگوں کی رائے ہو تو سلیمان بن صرد کو اپنا سردار بنائیں کیونکہ یہ شیعوں کے رئیس اور رسولؐ کے صحابی ہیں مسیب بن نجبہ نے اس تحریک کی تائید کی اس طرح یہ لشکر انتقام خون حسینؑ کے لئے آمادہ

ہوگیا۔ اس کے بعد سلیمان نے ایک خط مدائن میں ان شیعوں کے نام لکھا جو کوفہ
میں تھے۔ اور ان کو انتقام خون حسینؑ علیہ السلام کی دعوت دی۔ اس کو عبداللہ بن
مالک طائی کے ہاتھ سعد بن حذیفہ یمانی کے پاس بھجوایا۔ ان لوگوں نے خط کے مضمون سے
مطلع ہو کر اس کی موافقت کی اور سعد نے سلیمان کو جواب سے آگاہ کیا۔ سلیمان
نے ایک خط مثنیٰ بن مخرمہ عبدی کو بھی تحریر کیا اور اسے ظبیان بن عمارہ تمیمی کے
ہاتھ روانہ کیا۔ مثنیٰ نے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ اما بعد میں نے تمہارا خط
خود بھی پڑھا اور تمہارے دوسرے بھائیوں کو بھی پڑھ کر سنایا سب نے تمہاری
رائے کی تعریف کی اور تمہاری بات کو منظور کیا اور عنقریب ہم لوگ اس نیک
مقصد کے لئے تم سے ملنے والے ہیں۔ والسلام علیک۔ اس کے بعد انہوں
نے ایک نظم بھی لکھی۔

محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ ۶۱ھ میں جس میں حسینؑ
قتل کئے گئے شیعوں نے جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ وہ خفیہ طور پر اجتماعات
کرتے اور اسلحہ جمع کرتے رہے یہانتک یزید بن معاویہ مرگیا۔ قتل حسینؑ اور
مرگ یزید کے درمیان تین سال دو مہینہ چار دن کی مدت تھی۔ اس وقت
عراق کا امیر عبیداللہ بن زیاد تھا اور کوفہ میں اس کا نائب عمرو بن حریث مخزومی
تھا۔ ادھر حجاز میں عبداللہ بن زبیر یزید کی موت سے پہلے لوگوں کو خون حسینؑ کے
مطالبہ کے لئے یزید کے خلاف ابھار رہے تھے لیکن جب یزید مرگیا تو انہوں نے اس

تحریک کو ختم کر دیا۔ اور اس بات کا اظہار کیا کہ وہ خود اپنے لئے حکومت کا مطالبہ
کرنے اٹھے ہیں نہ کہ خون حسینؑ کے انتقام کے لئے مدائنی نے اپنی سند سے لکھا ہے کہ
مختار پہلے عبداللہ بن زبیر کے پاس آئے لیکن انہوں نے اس کے پاس اپنے جذبہ
(طلب خون حسینؑ) کے موافق کوئی بات نہ دیکھی لہٰذا وہ مکہ کو چھوڑ کر کوفہ کی
طرف چل پڑے راہ میں ہانی بن ابو جیہ وداعی سے ملاقات ہوئی مختار نے
اس سے اہل کوفہ کا حال پوچھا۔ اس نے کہا اے کاش اس وقت ان کو کوئی ایک
بات پر اکٹھا کر سکتا۔ مختارؒ نے کہا کہ خدا کی قسم میں ان کو حق پر اکٹھا کر کے باطل کی
فوج سے لڑوں گا اور ان کے ذریعہ ہر ظالم سرکش کو تہ تیغ کروں گا۔ اس کے
بعد مختار نے سلیمان بن صرد کے متعلق دریافت کیا کہ وہ جنگ کے لئے نکلے ہیں کہ
نہیں؟ اس نے جواب دیا ابھی نہیں لیکن وہ عنقریب نکلنے والے ہیں۔

مختار کا کوفہ میں داخلہ:۔ اتنی گفتگو کے بعد مختار آگے روانہ ہو گئے یہاں
تک کہ بروز جمعہ نہر حیرہ کے پاس پہونچے وہاں پہونچکر وہ گھوڑے سے اتر
پڑے اور غسل جمعہ کیا لباس تبدیل کیا تلوار حمائل کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر دن
دھاڑے کوفہ میں اس طرح داخل ہوئے کہ جس گروہ پر سے گزرتے ٹھہر کر سلام
کرتے اور کہتے کہ تم کو کشائش کا مژدہ ہو۔ جو امر تم چاہتے ہو میں اس کی تکمیل
کے لئے آگیا۔ میں فاسقوں پر اللہ کی طرف سے مسلط کیا گیا ہوں اور اہل بیت
کے خون کا انتقام لینے والا ہوں۔ یہ کہتے کہتے مختار مسجد جامع تک آگئے جہاں

اہنوں نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگ ان کو دیکھ کر آپس میں کہتے تھے دیکھو
مختار بن ابو عبیدہ یہی ہیں۔ یہ خاص ارادہ لے کر یہاں آئے ہیں۔ اب ان کے
ہاتھوں ہمیں آزادی ملنے والی ہے۔ مسجد جامع سے نکل کر مختار اپنے گھر آگئے یہ
گھر پہلے سالم بن مسیب کا گھر مشہور تھا۔ مختار نے گھر میں پہنچنے کے بعد زعماء
شیعہ کو طلب کیا اور اس بات کا اظہار کیا کہ اہل بیت کے خون کا انتقام لینے
کے لئے محمد حنفیہ کی طرف سے آیا ہوں۔ اور اس معاملہ میں تم لوگوں کے لئے بھی
تسکین قلب ہے اور تمہارے دشمن قتل ہوں گے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ تم
بیشک اس امر کے لئے ہر طرح لائق ہو مگر تھوڑا عرصہ قبل ہم نے سلیمان بن صرد
کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے وہی اس وقت یہاں شیعوں کے سردار ہیں۔ لہذا
اس امر میں ابھی تم جلدی نہ کرو۔ ان لوگوں کی یہ بات سن کر مختار نے انتظار
کر کے سلیمان کے خروج کی کیفیت دیکھنے میں مصلحت سمجھی۔ اس وقت شیعوں
کو دو طرف سے خوف لاحق تھا ایک اموی خلیفہ عبد الملک کی طرف سے دوسرے
ابن زبیر کی جانب سے۔ ان دونوں سے زیادہ ان کو کوفہ والوں کی طرف سے
اطمینان نہ تھا۔ کیونکہ ان کی اکثریت قاتلان حسینؑ پر مشتمل تھی۔ اسی اثنا میں مختار
سے صبر نہ ہو سکا۔ اور یہ بھی خفیہ طور پر لوگوں کو سلیمان کی بیعت سے ہٹا کر خود
اپنے لئے بیعت لینے لگے چنانچہ سب سے پہلے عبید بن عمرو اور اسماعیل بن
کثیر نے ان کی بیعت کی۔ شدہ شدہ یہ خبریں عمر سعد اور شبث بن ربیع

کو بھی پہنچ گئیں انہوں نے اپنے ہم خیال اہل کوفہ کا ایک اجتماع کیا اور کہا کہ مختار
تمہارے لئے زیادہ برے ہیں۔ کیونکہ سلیمان تمہارے دشمنوں سے جنگ کرنے
نکلے ہیں اور مختار خود تمہارے اوپر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا ان کو گرفتار کر لو۔
مختار اپنے گھر میں بے خبر بیٹھے تھے کہ ایک مرتبہ بہت سے لوگوں نے ان کے گھر کو
چاروں طرف سے گھیر لیا اور اندر گھس کر مختار کو باہر نکال لائے۔ اس وقت
محمد بن طلحہ نے عبد اللہ بن یزید سے کہا کہ مختار کی مشکیں باندھ کر پا برہنہ بازار میں
لے چلو۔ عبد اللہ نے کہا جس شخص نے ابھی تک ہماری دشمنی میں کوئی عملی اقدام
نہیں کیا ہے اور اس کو ہم نے محض ظن و گمان کی بنا پر گرفتار کیا ہے اس کی بابت
ہم سے ایسا نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک سیاہ رنگ خچر لایا گیا اس پر سوار کر کے مختار
کو قید خانہ پہنچا دیا گیا۔ یحییٰ بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں حمید بن مسلم ازدی کے
ساتھ قید خانہ میں مختار کو دیکھنے گیا میں نے سنا وہ یہ کہہ رہے تھے۔

اما ورب البحار والنخل والاشجار والمهامه والقفار والملائكة الابرار
والمصطفين الاخيار لاقتلن كل جبار بكل لدن خطار ومهند بتار في جموع
من الانصار ليسوا بميل ولا اغمار ولا بعزل اشرار حتى اذا اقمت عمود
الدين ورأبت صدع المسلمين وادركت ثار النبيين لم يكبر علي زوال
الدنيا ولم احفل بالموت اذا اتى۔

خدا کی قسم! نخلستانوں اور باغوں کے رب کی قسم!
(یعنی) دریاؤں کے خدا کی قسم! عبادت گزار فرشتوں کے
چٹیل میدانوں اور گھنے جنگلوں کے پروردگار کی قسم!
اللہ کی قسم! نیک بندوں کے معبود کی قسم! میں ہر سرکش کو قتل کروں گا خطرناک
ہتھیار اور کاٹنے والی تلوار کے ذریعہ اور ایسے انصار کے ذریعہ جو نہ میدان چھوڑنے
والے ہیں نہ ناتجربہ کار ہیں۔ نہ وہ ہٹتے ہیں نہ شر پھیلاتے ہیں یہانتک کہ جب دین
کی کجی میں سیدھی کر دوں گا۔ اور دیکھوں گا کہ مسلمان بیدار ہو چکے ہیں اور نبی
زادوں کے خون کا انتقام لے لوں گا۔ پھر دنیا کا مجھ سے منہ موڑنا مجھ پر شاق نہ
ہوگا بلکہ اس وقت اگر مجھ کو موت بھی آجائے تب بھی مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی۔

باب ۲

سلیمان بن صرد

۶۵ھ میں سلیمان نے مقام عباسیہ (نخیلہ) سے اوائل ماہ ربیع الثانی
میں خروج کا ارادہ کیا اور یہ وہی سال تھا جس میں مروان بن حکم نے لوگوں
کو اپنے بعد اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کی بیعت کا حکم دیا تھا اور
ان دونوں کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ اسی سال اوائل ماہ رمضان میں دمشق
میں مروان مرگیا۔ اس وقت اس کی عمر ۸۱ سال تھی اور اس کی خلافت کی مدت

۹ ماہ تھی اس وقت عبید اللہ ابن زیاد عراق میں تھا وہ عراق سے چل کر جزیرہ تک
پہونچا تھا کہ اس کو موتِ مروان کی خبر مل گئی۔ غرض جب سلیمان کوفہ سے باہر
نکلے تو اپنے لشکر کو شہر سے باہر مہیا پایا۔ اس وقت سلیمان نے حکم بن منقذ کندی
اور ولید بن حصین کنانی کو کچھ لوگوں کے ساتھ شہر کوفہ میں بھیجا تاکہ وہ کوفہ کے
گلی کوچوں میں آواز دیں یا لِثاراتِ الحُسین۔ یعنی اے حسین کے خون کا انتقام
لینے والو اٹھو۔ اس ندا کو ازدی قبیلہ کے ایک شخص عبد اللہ بن حازم نے سُنا تو
ایک مرتبہ اپنے اسلحہ اور کپڑوں کی طرف دوڑ پڑا اور جلد ہی جلدی اپنے جسم پر
ہتھیار لیس کرنے لگا۔ اس وقت اس کے پاس اس کی بیٹی اور بیوی سہلہ بنت
سبرہ بیٹھی ہوئی تھی یہ عرب کی بہت خوبصورت عورت تھی۔ اس نے اپنے
شوہر کو اس طرح بے تحاشا اسلحہ اور کپڑوں کی طرف دوڑتے دیکھا تو کہا کیا
دیوانہ ہو گئے ہو۔ اس نے کہا نہیں میں خدائی پکارنے والے کی ندا سن کر اس
کی طرف جا رہا ہوں میں مظلوم (حسینؑ) کے خون کا انتقام لوں گا۔ اور اس مقصد
کے لئے اپنی جان تک قربان کر دوں گا۔ بیوی نے کہا تو پھر گھر کس پر چھوڑ چلے۔
عبد اللہ نے کہا خدا پر۔ پھر دعا کی کہ اے اللہ میرے بعد تو ہی میرے گھر بار کا محافظ
و نگہبان ہے فرزند رسولؐ کی نصرت میں میں نے جو کوتاہی کی ہے تو اس کو معاف
کر دے اور میری توبہ قبول فرما۔ اتنے میں پھر یالِثاراتِ الحُسین "کا غلغلہ بلند ہوا
اور لوگ مسجد جامع کی طرف دوڑنے لگے یہ نماز عشا کا وقت تھا۔ وہاں سے لوگ

اکٹھا ہو کر شہر سے باہر سلیمان کے پاس جمع ہو گئے اگرچہ سلیمان کے پاس رجسٹر میں ۱۶ ہزار آدمیوں کے نام تحریر تھے جنہوں نے اس معاملہ میں ان کے ساتھ شریک ہونے کا وعدہ کیا تھا مگر اس وقت چار ہزار سے زیادہ جمع نہ ہو سکے۔ تاہم سلیمان نے اسی قلیل لشکر کو لے کر شام کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا تاکہ عبید اللہ بن زیاد سے نبرد آزما ہوں۔ اس وقت عبداللہ بن سعد نے ان سے کہا کہ قاتلان حسین علیہ السلام تو سب کے سب کوفہ ہی میں موجود ہیں ان میں پسر سعد اور دیگر رؤساء قبائل بھی ہیں اور شام میں سوائے ابن زیاد کے کوئی نہیں ہے لہذا آپ وہاں جا کر کیا کریں گے۔ پہلے یہیں سے ابتدا کرنا چاہیے۔ مگر سلیمان نے ان کا مشورہ قبول نہ کیا اور شام جانے پر مصر رہے۔

توابین کا کربلا میں ورود: ۵ ربیع الثانی شب جمعہ کو جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا توابین کا لشکر شام کی جانب روانہ ہو گیا وہ رات انہوں نے مقام "دیر اعور" میں بسر کی وہاں سے چل کر نہر فرات کے کنارہ "اقساس بنی مالک" میں اترے وہاں سے چل کر صبح کے قریب کربلا پہنچے اور ایک شبانہ روز قبر امام حسینؑ پر نماز و دعا و توبہ استغفار میں مشغول رہے۔ جس وقت ان لوگوں نے امام حسینؑ کی قبر مطہر کو وداع کیا تو شور واویلا اور گریہ و زاری سے پورا جنگل گونج اٹھا۔ حسین مظلوم کی قبر کو بوسہ دینے کے لئے یہ لوگ یوں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے جیسے حاجی حجر اسود پر گرتے ہیں۔ اس وقت وھب بن زمعہ جعفی کھڑے

ہوئے اور انہوں نے عبید اللہ بن حر جعفی کا یہ مرثیہ رو رو کر پڑھا ۔

یبیت النشاوی من امیة نوما — وبالطف قتلی ما ینام حمیمها
وما ضیع الاسلام الا قبیلة — تامر نوکاها ودام نعیمها
واضحت قناة الدین فی کف ظالم — اذا اعوج منها جانب لا یقیمها
فاقسمت لا تنفک نفسی حزینة — وعینی تبکی لا یجف سجومها
حیاتی او تلقی امیة خزیة — یذل بها حتی الممات قرومها

یعنی بنی امیہ شرابی تو نشہ کے عالم میں آرام سے سو رہے ہیں اور دریا کنارے مظلوموں کے لاشے بکھرے پڑے ہیں جن کے چاہنے والے نہیں سو سکتے۔ اسلام کو بس اس قبیلہ نے برباد کیا ہے جس نے اپنے احمق کو حاکم بنایا اب اس کا عیش برقرار ہے۔ اور دین کا نیزہ ۔ ۔ ۔ ایک ایسے ظالم کے ہاتھ آگیا ہے جس کو اس کے سیدھا کرنے کی کوئی فکر نہیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میرا دل غم واندوہ سے اور میری آنکھ اشکوں سے کبھی خالی نہ ہوگی میں یا تو اپنی جان قربان کردوں گا یا بنی امیہ کو بھی اتنا رنج دیکھنا پڑے گا کہ تا مرگ ان کے سردار ذلیل رہیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن عوف احمر نے جو ایک کمیت گھوڑے پر سوار تھے ایک جوشیلی نظم پڑھی ۔

خرجن یلمعن بنا ارسالا — عوابسا تحمل الابطالا
نرید ان نلقی بها الاقیالا — القاسطین الغدر الضلالا

وقد رفضنا الاھل والاموالا　　والخفرات البیض والحجالا

نرجوا بہ التحفۃ والنوالا　　لنرضی المھیمن المفضالا

ہمارے رہوار گروہ در گروہ گرد میں اٹے ہوئے اس طرح برآمد ہوئے کہ وہ سور ما بہادروں کو اپنی پیٹھ پر بٹھائے ہوئے تھے۔ ہم ان کے ذریعہ فاسق و غدار و گمراہ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہم نے اپنے متعلقین اموال حسین بیویوں سے منہ موڑ لیا ہے۔ ہم اپنے رب کی جانب سے عطا و بخشش کے امید وار ہیں اور ہم اپنے پروردگار کو اپنے سے راضی کرنا چاہتے ہیں۔ کربلا سے چل کر یہ لوگ مقام ہیت میں پہونچے وہاں سے قرقیسیا آئے۔ یہاں پہونچ کر ان کو خبر ملی کہ اہل شام بھاری جمعیت لے کر ان کے مقابلہ کو نکلے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی ان فدائیوں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی یہاں تک کہ ایک شبانہ روز میں "عین الوردۃ" پہونچ کر دم لیا۔ اس مقام پر سلیمان بن صرد تقریر کرنے کھڑے ہوئے انہوں نے لوگوں کو خوب وعظ نصیحت کی اور آخرت کی یاد دلائی آخر میں انہوں نے کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو مسیب بن نجبہ تمہارے امیر ہوں گے۔ وہ قتل کئے جائیں تو عبداللہ بن سعد امیر ہوں گے۔ ان کے بعد ان کے بھائی خالد بن سعد وہ قتل کئے جائیں تو عبداللہ بن وال وہ بھی مارے جائیں تو رفاعہ بن شداد کو امیر بنانا۔ اسکے بعد سلیمان نے مسیب کو چار ہزار کا لشکر دے کر آگے بڑھایا تاکہ وہ فوج شام

پر حملہ آور ہوں حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں ان لوگوں کے ہمراہ تھا ہم لوگ تمام دن اور تمام رات چلتے رہے یہانتک کہ صبح ہو گئی۔ صبح کے وقت گھوڑوں سے اتر کر ہم نے نماز پڑھی اور دوبارہ سوار ہو گئے۔ اس جگہ مسیب نے لشکر کو پراگندہ کر دیا ان کے ساتھ صرف سو آدمی رہ گئے اتنے میں ایک دیہاتی عرب ملا اس سے مسیب نے پوچھا کہ ہمارے اور لشکر شام کی قریب ترین جمعیت کے درمیان کتنا فاصلہ ہو گا۔ اس نے کہا کہ تم سے ایک میل کے فاصلہ پر شراحیل بن ذو الکلاع ابن زیاد کی طرف سے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ آرہا ہے اس کے پیچھے حصین بن نمیر سکونی معہ چار ہزار سپاہ کے ہے۔ اس کے بعد صلت بن ناجیہ غلالی چار ہزار سواروں کو لئے جلد آرہا ہے۔ ان سب کے بعد ابن زیاد کا عظیم الشان لشکر ہے جو مقام رقہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ یہ سن کر مسیب نے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور اپنے مختصر سے جتھہ کو لئے آگے روانہ ہوئے یہانتک کہ سامنے سے لشکر شام کے آثار نمایاں ہوئے مسیب نے لشکر کو یک بارگی حملہ آور ہونے کا حکم دیا ان کے لشکر نے حملہ کیا مگر اس حملہ میں ان لوگوں کو شکست فاش ہوئی کافی آدمی مارے گئے مال غنیمت بھی دشمن کے ہاتھ رہا ناچار مسیب نے بقیہ السیف کو واپسی کا حکم دیا چنانچہ یہ لوگ پلٹ کر سلیمان کے لشکر سے ملحق ہو گئے۔ ابن زیاد کو جب سلیمان کی آمد کا پتہ چلا تو اس نے حصین بن نمیر کو ان

مقابلہ پر روانہ کیا اور اس کے پیچھے کافی سپاہ کو روانہ کیا یہانتک کہ اس
کے پاس بیس ہزار کا لشکر جرار اکٹھا ہو گیا جبکہ اہل عراق تین ہزار ایک سو
سے زیادہ نہ تھے۔ چنانچہ دونوں لشکر نبرد آزمائی کے لئے آمادہ ہوئے۔ اہل
شام کے میمنہ پر عبداللہ بن ضحاک فہری اور میسرہ پر فارق بن [illegible] غنوی
اور جناح پر شراحیل بن ذوالکلاع تھا اور قلب لشکر میں حصین بن نمیر موجود تھا۔
اور سلیمان نے اپنے چھوٹے سے لشکر کی یوں ترتیب دی کہ میمنہ پر مسیب بن
نجبہ میسرہ پر عبداللہ بن سعد ازدی جناح پر رفاعہ بن شداد بجلی تھے اور قلب
لشکر کو خود سلیمان بن صرد خزاعی سنبھالے ہوئے تھے۔

[illegible]ین کی یلغار:۔ اتنے میں اہل شام میں سے ایک پکارنے والے
نے اہل عراق سے خطاب کر کے آواز دی کہ —— عراق والو! خلیفہ
عبدالملک بن مروان کی اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے جواب میں عراق
والوں نے کہا کہ تم عبیداللہ بن زیاد کو ہمارے حوالے کرو اور عبدالملک و
ابن زبیر دونوں کی اطاعت چھوڑ دو۔ اور ہمارے نبی کے اہل بیت کو حکومت
سپرد کر دو۔ دونوں فریق نے ایک دوسرے کی بات قبول کرنے سے انکار
کر دیا۔ اور آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو گئے سلیمان بن صرد
بار بار اپنے لشکر کو جنگ پر ابھار رہے تھے اور ان کو ثواب الٰہی کی بشارت دے
رہے تھے۔ پھر انہوں نے اپنی تلوار کی نیام توڑ کر دور پھینک دی اور رجز
پڑھ کر شام والوں پر حملہ آور ہوئے۔

الیک ربی تبت من ذنوبی | وقد علانی فی الحدیث مشیبی
فارحم عبید اعرما تکذیب | واغفر ذنوبی سیدی وحوبی

یعنی اے رب میں تیری بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جبکہ
زمانہ نے مجھ کو بوڑھا کر دیا ہے۔ اے خدا اپنے اس بندے پر رحم فرما اور
میرے گناہوں کو بخش دے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ ہمارے میمنہ نے شام والوں
کے میسرہ پر اور ہمارے میسرہ نے ان کے میمنہ پر اور سلیمان نے قلب لشکر پر
ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان لوگوں کے پیر اکھڑ گئے اور اس روز ہم کو نمایاں فتح
حاصل ہوئی پھر رات ہو گئی اور تاریکی شب ہمارے اور ان کے درمیان حائل
ہو گئی۔ دوسرے دن پھر لڑائی شروع ہوئی جو رات تک جاری رہی یہانتک
کہ اسی حال میں تین روز گزر گئے۔

سلیمان بن صرد کی شہادت:۔ اب حصین بن نمیر نے فوج کو تیر باران
کرنے کا حکم دیا ہزاروں کمانیں ایک ساتھ کڑکیں اور ایک سیلاب عظیم کی طرح
وہ تیر ہمارے اوپر چھا گئے۔ در چشم زدن میں بہت سے سورما خاک و خون میں
تڑپنے لگے قضارا ایک تیر سلیمان کو بھی آ کر لگا اور وہ بھی شہید ہو گئے اس طرح
انہوں نے بھی توبہ کی راہ میں اپنی جان فدا کی۔ علامہ ابن نما نے ان کے
حال پر دو مصرعہ کہے ہیں ؎

قضی سلیمان نحبہ نحو الی جنۃ ورحمۃ الباری۔ مضی حمید فی بذل مھجتہ واخذہ للحسین بالثار۔

[...]کے مقابلہ پر روانہ کیا اور اس کے پیچھے کافی سپاہ کو روانہ کیا یہانتک کہ اس [...]کے پاس بیس ہزار کا لشکر جرار اکٹھا ہو گیا جبکہ اہل عراق تین ہزار ایک سو [...]سے زیادہ نہ تھے - چنانچہ دونوں لشکر تیر آزمائی کے لئے آمادہ ہوئے - اہل [...]شام کے میمنہ پر عبداللہ بن ضحاک فہری اور میسرہ پر مخارق بن ربیعہ غنوی [...]جناح پر شرجیل بن ذوالکلاع تھا اور قلب لشکر میں حصین بن نمیر موجود تھا - [...]ادھر سلیمان نے اپنے چھوٹے سے لشکر کی یوں ترتیب دی کہ میمنہ پر مسیب بن [...]نجبہ میسرہ پر عبداللہ بن سعد ازدی جناح پر رفاعہ بن شداد بجلی تھے اور قلب [...]لشکر کو خود سلیمان بن صرد خزاعی سنبھالے ہوئے تھے -

[...]ابین کی یلغار :- اتنے میں اہل شام میں سے ایک پکارنے والے [...]اہل عراق سے خطاب کر کے آواز دی کہ ـــــ عراق والو! خلیفہ [...]الملک بن مروان کی اطاعت میں داخل ہو جاؤ - اس کے جواب میں عراق [...]سے کہا کہ تم عبیداللہ بن زیاد کو ہمارے حوالے کر دو اور عبدالملک و [...]زبیر دونوں کی اطاعت چھوڑ دو - اور ہمارے نبیؐ کے اہل بیتؑ کو حکومت [...]کر دو - دونوں فریق نے ایک دوسرے کی بات قبول کرنے سے انکار [...] - اور آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو گئے سلیمان بن صرد [...]اپنے لشکر کو جنگ پر ابھار رہے تھے اور ان کو ثواب الٰہی کی بشارت دے [...]تھے - پھر انہوں نے اپنی تلوار کی نیام توڑ کر دور پھینک دی اور پھر [...]شام والوں پر حملہ آور ہوئے -

الیک ربی تبت من ذنوبی   وقد علانی فی الوری مشیبی

فارحم عبیدا عرما تکذیب   واغفر ذنوبی سیدی وحوبی

یعنی اے رب میں تیری بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جبکہ زمانہ نے مجھ کو بوڑھا کر دیا ہے - اے خدا اپنے اس بندے پر رحم فرما اور میرے گناہوں کو بخشدے - حمید بن مسلم کہتا ہے کہ ہمارے میمنہ نے شام والوں کے میسرہ پر اور ہمارے میسرہ نے ان کے میمنہ پر اور سلیمان نے قلب لشکر پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان لوگوں کے پیر اکھڑ گئے اور اس روز ہم کو نمایاں فتح حاصل ہوئی پھر رات ہو گئی اور تاریکی شب ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہو گئی - دوسرے دن پھر لڑائی شروع ہوئی جو رات تک جاری رہی یہانتک کہ اسی حال میں تین روز گزر گئے -

سلیمان بن صرد کی شہادت :- اب حصین بن نمیر نے فوج کو تیرباران کرنے کا حکم دیا ہزاروں کمانیں ایک ساتھ کڑکیں اور ایک سیلاب عظیم کی طرح وہ تیر ہمارے اوپر چھا گئے - اور چشم زدن میں بہت سے سورما خاک و خون میں تڑپنے لگے قضارا ایک تیر سلیمان کو بھی آ کر لگا اور وہ بھی شہید ہو گئے اس طرح انہوں نے سچی توبہ کی راہ میں اپنی جان فدا کی - علامہ ابن نما نے ان کے حال پر دو مصرعہ کہے ہیں ؎

قضی سلیمان نحبہ فغدا الی جنات و رحمۃ الباری - مضی حمید فی بذل مھجتہ واخذہ للحسین بالثار -

یعنی سلیمان نے قضا کی اور وہ جنت میں رحمت الٰہی کے زیر سایہ چلے گئے۔
سلیمان بن صرد کے شہید ہونے کے بعد فوج کا علم مسیب بن نجبہ نے اپنے ہاتھ
میں لے لیا۔ مسیب کا شمار زبردست سورماؤں میں ہوتا تھا۔ چنانچہ انہوں
نے فوج اعدا پر تین دفعہ زبردست حملہ کیا۔ ان کا رجز یہ تھا ؎

قد علمت میالۃ الذوائب. واضحۃ الخدین والترائب. انی غداۃ الروع والتغالب،
اشجع من ذی لبدۃ مواثب. قصاع اقران مخوف الجانب۔

لانبے گیسو، چوڑے رخسار، کشادہ سینہ والی حسینہ میری اس عادت
سے واقف ہے کہ میں جنگ کے روز حملہ کرنے والے شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔
اپنے بڑے سرداروں کو زیر کرنے والا خوفناک، حد سے گزرنے والا ہوں مسیب
نے کافی دیر تک حملہ کرکے دشمنوں کو بھگایا بالآخر چاروں طرف سے نرغہ میں
میں پھنس گئے اور شہید کر ڈالے گئے۔ بعد ازاں فوج کا علم عبداللہ بن نفیل
نے سنبھالا اور فوج شام پر یہ رجز پڑھ کر حملہ کیا ؎

ارحم الٰہی عبدک التوابا. ولا تواخذہ فقد اناباد. وفارق الاھلین والاحبابا
یرجوا بذلک الفوز والثوابا۔

یعنی اے اللہ اپنے تائب بندہ پر رحم کر۔ اور اس پر عقاب نہ کرنا
کیونکہ وہ تیری طرف پلٹ آیا ہے۔ اس نے اپنے بال بچوں اور احباب سب
کو چھوڑ دیا۔ اور اخروی کامیابی اور ثواب پر اس کی نظر ہے۔ عبداللہ بھی

بڑی دیر تک جنگ کرتے اور دشمنوں کے ٹکڑے اڑاتے رہے یہاں تک کہ شہید
ہو گئے ان کے بعد ان کے بھائی خالد ابن سعد علم لے کر آگے بڑھے اور لوگوں
کو جنگ پر ابھارنا شروع کیا۔ انہوں نے بھی زبردست جنگ کی یہاں تک
کہ وہ بھی مارے گئے۔ جب علم گرنے لگا تو عبداللہ بن وال نے آگے بڑھ کر
سنبھالا اور جنگ کرنا شروع کی۔ جنگ میں انکا بایاں ہاتھ کام آیا تب
پلٹ کر اپنی فوج میں آ گئے، کٹے ہوئے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا۔ اس
کے بعد پھر انہوں نے ایک زوردار حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا۔

نفسی فداکم اذکروا المیثاقا. وصابروھم واحذروا النفاقا. لاکوفۃ
نبغی ولا عراقا. لا بل نرید الموت والعناقا۔

اے میرے سپاہیو! میری جان تم پر نثار! ہاں ذرا اپنے عہد کو یاد رکھنا۔
اور دشمنوں کے مقابلہ پر یونہی صبر کے جوہر دکھلاتے رہو اور نفاق سے پرہیز
کرنا۔ ہم نہ کوفہ کے خواہاں ہیں نہ عراق کے بلکہ ہم تو عروس مرگ کو اپنی آغوش
میں لینے کے لئے نکلے ہیں۔ اتنے میں عبداللہ بھی مارے گئے۔ جنگ گھمسان
کی جاری تھی۔ اور عراق والوں کے دل اپنے کئی سرداروں کی موت سے ٹوٹ
چکے تھے کہ ایک مرتبہ پیچھے سے یالثارات الحسین کا نعرہ سنائی دیا اب جو دیکھا
تو معلوم ہوا کہ کمک پہنچ گئی ہے۔ مثنیٰ بن مخرمہ عبدی بصرہ سے اور کثیر بن
عمرو مدائن سے اپنے اپنے لشکر لے کر پہنچ گئے تھے۔ اس مدد کے پہنچنے

سے اہل عراق کے دل دوبارہ مضبوط ہو گئے اور نعرہ تکبیر کے ساتھ انہوں نے زبردست حملہ کیا اور بڑے زور و شور سے جنگ ہونے لگی۔ رفاعہ بن شداد یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے ؎

یارب انی تائب الیکا۔ قد اتکلت سیدی علیکا۔ قدیماً ارجوا الخیر من یدیکا۔ فاجعل ثوابی املی الیکا۔

یعنی اے پروردگار تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اور اے میرے آقا تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے میں ہمیشہ سے تیرے ہی ہاتھوں خیر کا طالب ہوں۔ لہٰذا جو امید تجھ سے باندھی ہے اسی کو میرا ثواب قرار دے۔ عبداللہ بن عوف عبدی کا بیان ہے کہ بڑی دیر تک گھمسان کی جنگ جاری رہی فریقین کی تلواریں سر و تن کے فیصلے کر رہی تھیں اور کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے یہاں تک کہ عراق والوں میں ضعف کے آثار پیدا ہوئے کیونکہ اب یہ لوگ بہت تھوڑے رہ گئے تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جنگ جاری رکھی جائے یا چھوڑ دی جائے۔ بعض نے کہا کہ جنگ ترک کر دو، بعض نے کہا کہ یہ رائے درست نہیں ہے کیونکہ اگر ہم نے ان کو پیٹھ دکھائی تو ابھی ہم فرسخ بھی نہ جا سکیں گے یہ لوگ ہمارا پیچھا کر کے ہم کو قتل کر دیں گے اور ایک آدمی بھی زندہ نہ بچے گا۔ لہٰذا شام تک جنگ جاری رکھنا چاہیئے جب شام کی تاریکی ہو گی تو نکل جائیں گے۔ اس کے بعد عبداللہ بن عوف علم جنگ لے

کر آگے بڑھے اور زبردست رن پڑا۔ لیکن اہل عراق ہی کافی مارے گئے۔ .... آخر میں ان کو شکست ہوئی اور باقی ماندہ لوگ منتشر ہو کر اپنے اپنے شہر واپس چلے گئے۔ ادھر لشکر شام بھی پلٹ کر مقام قرقیسیا خشکی کے راستہ واپس چلا گیا۔ سعد بن حذیفہ خبر معلوم کرنے کیلئے مقام صیت تک آئے تھے۔ ان کو ایک اعرابی کی زبانی اس ماجرا کا علم ہوا۔

مختار کی پیشین گوئی:۔ اس تمام مدت میں مختار قید خانے میں تھے جب ان کو لشکر سلیمان کا انجام معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا اس جنگ سے دس روز سے زیادہ اور ایک مہینہ سے کم کے عرصہ میں ایک اور انقلاب کی خبر منتشر ہو گی جس میں کافی لوگ مارے جائیں گے۔

مرزبانی نے کتاب شعر میں ذکر کیا ہے کہ مختار کا ایک غلام جبرئیل نامی تھا۔ جس کے متعلق وہ اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ جبرئیل نے ایسا کہا میں نے جبرئیل سے یہ کہا سادہ لوح عرب اس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ اس سے حقیقتاً جبرئیل مراد ہیں۔ اس طرح مختار کا رعب لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا اور تمام امور منظم ہو گئے اور ان میں اتنی طاقت ہو گئی کہ دین کی ترقی اور باطل کی سرکوبی کیلئے اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے۔

جب سلیمان بن صرد کا باقی ماندہ لشکر واپس آیا تو مختار نے ان لوگوں کے نام قید خانہ سے یہ خط تحریر کیا ——— اما بعد اللہ تمہارے اجر کو زیادہ

اور گناہوں کو معاف کرے، تم نے قاسطین سے علیحدگی اختیار کی اور منافقین سے جہاد کیا، تم نے اس راہ میں جتنا پیسہ صرف کیا اور جو قدم اٹھایا اس کے بدلہ میں خدا نے تمہارا مرتبہ بڑھایا اور تمہارے نام حسنہ لکھا اب تم کو بشارت ہو کہ جس وقت میں قید خانہ سے برآمد ہوں گا تو بہ اذن الٰہی مشرق سے لے کر مغرب تک جہاں جہاں ہمارے دشمن ہیں اپنی شمشیر آبدار سے اُن کا صفایا کردوں گا۔ اور ان کو ڈھونڈ کر ماردوں گا۔ پس خدا اس کو خوش کرے جو حق سے نزدیک ہوا اور ہدایت کا طالب ہوا اور ہلاک کرے اس کو جو گنہگار رہو اور حق کی طرف آنے سے انکار کرے۔"

مختار کا یہ خط جس وقت، ان لوگوں کو ملا تو روساء القبائل کے سامنے پڑھا گیا اور وہ اس کے مضمون سے مطلع ہوئے۔ انہوں نے اس کے جواب میں لکھا —— ہم نے تمہارا خط پڑھا۔ ہم تمہاری خوشی کے لئے ہر بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر کہو تو حملہ کرکے قید ظالمین سے آزاد کرالیں۔ مختار اس خط کے مضمون سے بہت خوش ہوئے۔ لیکن انہوں نے ان لوگوں کو پیغام پہونچایا کہ تم میری آزادی کی کوئی فکر نہ کرو کیونکہ میں عنقریب آزاد ہوا چاہتا ہوں۔

مختار کی رہائی :- مختار نے اس عرصہ میں کسی کے ہاتھ عبداللہ بن عمر کے پاس یہ پیغام بھیجا تھا کہ میں بے خطا قید خانہ میں پڑا ہوا ہوں اور حکام وقت نے محض ظن و شبہ کی بنا پر مجھے حبس کیا ہے لہٰذا تم ان دونوں

ظالموں سے میری سفارش کردو کہ مجھ کو رہا کردیں۔ دو ظالموں سے ان کی مراد عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد تھے۔ اس پیغام کے ملتے ہی ابن عمر نے ان دونوں کو یہ خط لکھا۔ اما بعد تم دونوں کو معلوم ہے کہ میرے اور مختار کے درمیان جو سببی قرابت ہے نیز جو رابطہ محبت و الفت میرے اور تمہارے درمیان ہے وہ معلوم ہے لہٰذا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ بہ مجرد اس خط کے دیکھنے کے مختار کو آزادی بخش دو۔ والسلام" جب عبداللہ اور ابراہیم نے عبداللہ بن عمر کا خط پڑھا تو مختار سے چند نفر کفیل طلب کئے جو ان کی ضمانت دے سکیں۔ اس خبر کے ملتے ہی اشراف کوفہ کی ایک جماعت ضمانت دینے کے لئے موجود ہو گئی ان میں سے دس آدمی منتخب کئے گئے۔ ان سے یہ ضمانت لی گئی۔ کہ مختار ان دونوں کے خلاف کبھی خروج نہ کریں گے اگر اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو وہ ہزار اونٹ خانہ کعبہ کے پاس نحر کریں گے اور ان کے تمام غلام آزاد ہو جائیں گے۔ یہ عہد لے کر مختار کو چھوڑ دیا گیا اور وہ اپنے گھر واپس آگئے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے مختار کہتے سُنا ہے کہ —— خدا ان لوگوں کو غارت کرے یہ کتنے بیوقوف ہیں کہ انکو یقین آگیا کہ میں یہ قسمیں پوری کروں گا۔ قسم کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے چند قسمیں کھائی ہوئی ہیں۔ ان سے معاوضہ کی صورت ہیں میں یہ دیکھونگا کہ انھیں سے کونسی قسم اہم ہے اسکو پورا کروں گا دوسری کا کفارہ دے دوں گا۔ کیونکہ میرا خروج کرنا زیادہ بہتر ہے

اب رہا ہزار اونٹ قربانی کا معاملہ تو وہ میرے لئے زمین پر تھوکنے سے بھی زیادہ آسان ہے۔ میرے لئے ایک ہزار اونٹوں کی قیمت دے دینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور غلام آزاد کرنے کی بات تو یہ ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو ذرا استحکام حاصل ہو جائے کہ قاتلان حسین سے بدلا چکا لوں اس کے بعد کبھی بھی کوئی غلام اپنے پاس نہ رکھونگا۔

غرض جب مختار اپنے گھر میں آکر فروکش ہوئے تو شیعان علی ان کے پاس آنے جانے لگے اور ان سے خروج کی اجازت کے طلب گار ہوئے کیونکہ جس وقت یہ قیدی تھے اس وقت سے سب نے ان کی بیعت کر لی تھی۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد و قوت بڑھتی گئی یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر نے اپنے دونوں گورنروں عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو عراق کی گورنری سے معزول کر دیا اور عبداللہ بن مطیع کو کوفہ پر اور حارث بن ربیعہ کو بصرہ پر عامل بنا کر بھیجا۔ جب عبداللہ بن مطیع کوفہ میں داخل ہوا تو مختار نے اپنے اصحاب کو .... اکٹھا کیا۔ اور ارادہ کیا کہ اہل کوفہ پر حملہ آور ہو جائیں۔

خروج مختار امام کی اجازت سے تھا:۔ اس عرصہ میں مختار کے اصحاب میں سے ایک بامرتبہ شخص جس کا نام عبدالرحمن بن شریح تھا وہ اہل کوفہ کی ایک جماعت کے پاس آیا اور اس نے ان سے کہا کہ مختار اہل بیت کے خون کا انتقام لینے کھڑے ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ محمد حنفیہ کی اجازت

سے کھڑے ہوئے ہیں یا اپنی مرضی سے بہتر ہے کہ چل کر ان سے پوچھ آئیں سب نے ان کی رائے پسند کی اور ایک وفد محمد حنفیہؓ کے پاس روانہ ہوا جب یہ لوگ ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ ہم لوگ کچھ عرض کرنے آئے ہیں محمد حنفیہ نے کہا کہ علانیہ کہتا ہے یا خلوت میں انہوں نے کہا خلوت میں یہ سن کر محمد حنفیہؓ ایک خلوت کی جگہ میں آگئے اور ان لوگوں کو وہاں بلا لیا اور کہا کہ کیا کہتے ہو عبدالرحمن نے کہا کہ آپ لوگ وہ اہل بیت ہیں جن کو اللہ نے شرف و بزرگی عطا کی ہے اور نبوت کے ذریعہ آپکا مرتبہ بلند کیا ہے اور اس امت کی گردن پر آپ کا بڑا حق رکھا ہے۔ لیکن امام حسین کے بارے میں آپ پر ایسی مصیبت پڑی ہے جو تنہا آپ کی مصیبت نہیں تمام مسلمانوں کی مصیبت ہے۔ اس وقت کوفہ میں مختار انتقام خون حسین علیہ اسلام لینے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ان کو آپ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے انہوں نے کتاب خدا اور سنت رسول کے نام پر ہم کو دعوت دی ہے کہ ہم انتقام خون اہلبیت لینے میں ان کا ساتھ دیں چنانچہ ہم نے اس امر میں ان کی بیعت کی ہے اب اگر آپ کا حکم ہو تو ہم ان کی اطاعت کریں اور اگر اجازت نہ ہو تو اس امر سے اجتناب کریں" ان لوگوں کا کلام سن کر محمد حنفیہ نے فرمایا کہ تم نے اہلبیت کے شرف و منزلت کے متعلق جو کچھ کہا تو یہ وہ شرف ہے جس کو اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور تم نے مصیبت امام حسینؑ کے متعلق جو ذکر کیا تو یہ وہ مصیبت ہے جس کا ذکر خود اللہ

. . . . نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

. . . . اس کے بعد جناب محمد حنفیہ نے فرمایا۔ مختار کے معاملہ میں میں خود کچھ نہیں کہہ سکتا میرے ساتھ حضرت علی بن الحسین کی خدمت میں چلو کیونکہ وہی میرے اور تمہارے امام ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی تو آپ نے فرمایا —— اے چچا! اگر غلام حبشی ہمارے حال پر کڑھے اور وہ ہماری طرفداری کرنے کے لئے کھڑا ہو تو لوگوں پر اس کی مدد واجب ولازم ہے اور میں نے تو یہ معاملہ آپکے سپرد کر دیا ہے۔ جو مناسب سمجھیں عمل میں لائیں۔ حضرت کا یہ فرمان واجب الاذعان سب نے سنا اور یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے کہ امام زین العابدینؑ اور محمد حنفیہ دونوں نے اجازت دے دی۔ ادھر مختار کو بھی ان لوگوں کے محمد حنفیہ کے پاس جانے کا علم ہو گیا تھا انہوں نے ان لوگوں کا انتظار کئے بغیر شیعوں کی ایک جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میں سے کچھ لوگ شک وشبہ میں پڑ گئے ہیں اگر وہ حقیقت تک پہنچ گئے تو میرے پاس واپس آئیں گے ورنہ گھاٹا اٹھا کر کسی اور طرف نکل جائیں گے ابھی مختار یہ ذکر کر ہی رہے تھے کہ یہ لوگ محمد حنفیہؓ سے اطمینان کر چکنے کے بعد کوفہ واپس آ گئے۔ مختار نے ان کو دیکھ کر کہا تم فتنہ اور شبہ میں گرفتار ہو گئے اب بتلاؤ کیا خبر لے کر آئے ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کو آپ کی نصرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ مژدہ سنتے ہی مختار خوش ہو گئے اور حکم دیا

کہ شیعوں کا ایک جلسہ کیا جائے۔ جب سب اکٹھا ہوئے مختار نے کھڑے ہو کر یہ علان کیا کہ —— اے گروہ شیعہ! کچھ لوگوں نے تم میں سے میری اس تحریک کی تصدیق کرنا چاہی چنانچہ وہ تحقیق حال کے لئے امام ھدیٰ نجیب مرتضیٰ فرزند مصطفیٰ یعنی امام زین العابدینؑ کے پاس گئے تھے اور اُن سے میرے متعلق دریافت کیا چنانچہ حضرت نے میرے متعلق فرمایا کہ میں ان کا ناصر ومددگار و نمائندہ ہوں۔ اور حضرت نے تم سب کو میری اطاعت وپیروی کا حکم دیا ہے۔ تم میں سے جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ پیغام ان لوگوں کو پہونچا دیں۔ کہ جو اس وقت یہاں حاضر نہیں ہیں۔

ابراہیم بن مالک اشتر:- کچھ لوگوں نے کہا کہ کوفہ میں کافی لوگ آپ کے ہمراہ عبداللہ بن مطیع کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ابراہیم بن مالک اشتر بھی ہم سے مل گئے تو اللہ کے حکم سے ہم کو بڑی قوت مل جائے گی کیونکہ وہ بڑے قبیلہ والے ہیں۔ مختار نے کہا جاؤ ان سے بات چیت کرو اور ان سے کہو کہ مجھ کو طلب خون حسین کی اجازت مل گئی ہے لوگوں نے جب ابراہیم کو یہ پیغام سنایا تو انہوں نے جواب دیا مجھ کو منظور ہے بشرطیکہ مجھ کو اپنا امیر بنا دے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ اگرچہ اس کے ہر طرح اہل ہیں لیکن اب اس کی کوئی سبیل نہیں ہے کیونکہ مختار امام وقت زین العابدینؑ اور ان کے نائب محمد

حنفیہ کی طرف سے اور انکی اجازت سے کھڑے ہوئے ہیں وہی ہمارے امیر ہیں۔ ابراہیم نے ان لوگوں کی بات نہ مانی اور یہ خائب و خاسر واپس آئے اور مختار کو حقیقت حال سے باخبر کیا۔

مختار نے تین روز تک حالات کا جائزہ لیا تیسرے روز اپنے چیدہ چیدہ اصحاب کو طلب کیا عامر شعبی کہتا ہے کہ ان لوگوں میں میں اور میرے والد بھی تھے جب ہم لوگ مختار کے پاس آئے تو وہ ہم کو لے کر اپنے مکان سے باہر نکلے۔ آگے آگے وہ پیچھے ہم لوگ چلے جا رہے تھے ہم کو کوئی پتہ نہ تھا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔ یہاں تک ہم لوگ ابراہیم بن مالک اشتر کے دروازہ پر جا کر ٹھہرے۔ دق الباب کیا اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے ابراہیم نے بڑی خوش باش کہی اور ہمارے لئے مسندیں بچھائی گئیں۔ ہم بھی بیٹھ گئے اور مختار بھی ابراہیم کے برابر بیٹھے۔

مختار نے ابراہیم سے کہا کہ یہ حضرت محمد بن امیر المومنین کا تمہارے نام نامہ گرامی ہے تمہارا دل چاہے اس پر عمل کر کے قابل رشک انسان بنو چاہے اس مکتوب کی خلاف ورزی کرو اس صورت میں یہ خط تمہارے خلاف حجت ہوگا۔ اور عنقریب محمد اور ان کے اہل بیت کو تمہاری کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ مختار نے وہ خط شعبی کو دے دیا۔

جب مختار اپنی بات ختم کر چکے تو انہوں نے شعبی سے کہا اب ان کو خط دے دو۔ شعبی نے وہ خط ابراہیم کو دیا۔ ابراہیم نے مہر توڑی۔ یہ ایک طولانی خط تھا جس کی ابتدا اس طرح تھی بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط محمد مہدی[1] کا ابراہیم بن مالک اشتر کی طرف ہے بعد سلام کے معلوم ہو کہ میں مختار کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں مختار کو میں نے انتخاب کیا ہے اور ان کو میں نے اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے اور اپنے اہل بیت کے خون کا انتقام لینے کا حکم دیا ہے لہذا تم اپنی جان اور قبیلہ کے ساتھ ان کی مدد کرو۔ غرض پورے خط میں ان کو مختار کا ساتھ دینے کی ترغیب دی گئی تھی۔ ابراہیم نے پورا خط پڑھ چکنے کے بعد کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا اس سے قبل تو وہ اپنے کو محمد بن امیر المومنین لکھا کرتے تھے اس خط میں محمد مہدی لکھا ہے۔ مختار نے جواب دیا وہ اور زمانہ تھا یہ اور زمانہ ہے ابراہیم نے کہا یہاں کوئی شخص موجود ہے جو محمد حنفیہ کا خط پہچانتا ہو۔

---

[1] شاید مختار کے پاس جناب محمد حنفیہ کا مذکورہ خط پہلے سے ہوگا جس کے ظاہر کرنے کے لئے وہ وقت کے منتظر ہوں گے۔ چنانچہ ابراہیم کے سامنے انہوں نے اس خط کا اظہار کیا۔ لیکن اس میں لفظ مہدی ضرور شبہ میں ڈالتی ہے اس کے معنی بعض علماء نے ہدایت یافتہ کے کئے ہیں لیکن چونکہ اس کی شہرت قائم آل محمد کے لئے ہے اس لئے اس کا

اس پر یزید بن انس اور احمر بن سقیط اور عبد اللہ بن کامل اور دوسرے افراد نے گواہی دی کہ یہ خط محمد ابن حنفیہ کا خط ہے شعبی کہتا ہے کہ میں اور میرے والد اس خط کی حقیقت سے لاعلم تھے بہرکیف اتنے آدمیوں کی شہادت سے ابراہیم کا اطمینان ہو گیا اور وہ صدر مجلس جہاں بیٹھے تھے وہاں سے ہٹ گئے اور اس جگہ مختار کو بٹھا دیا اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ بیعت کروں مختار نے ہاتھ بڑھایا ابراہیم نے بیعت کی بعد ازاں پھلوں اور شربت سے سب کی تواضع کی جب مختار رخصت ہونے لگے تو ابراہیم ان کو ان کے مکان تک پہونچانے آئے شعبی کہتا ہے کہ جب وہ مکان کے اندر چلے گئے تو ابراہیم نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میں نے دیکھا کہ اس خط کے بارے میں نہ تو تم نے گواہی دی نہ تمہارے باپ نے یہ بتلاؤ کہ کیا باقی لوگوں کی گواہی درست تھی میں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے گواہی دی وہ سب کے سب نہایت معتبر آدمی حافظ قرآن شہر کے رؤسا اور عرب کے شہسوار تھے

بقیہ ص۴۹ :- استعمال جناب محمد حنفیہ کے قلم سے خالی از غرابت نہیں ہے ہو سکتا ہے مختار نے کیسانی فرقہ کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے محمد حنفیہ کے نام کے آگے لقب "مہدی" کا از خود اضافہ کر دیا ہو نہ داس سے ان کی مراد ہدایت یافتہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ ج۔ ز

یہ لوگ جھوٹی گواہی کیسے دے سکتے ہیں میرے خیال میں ان کی گواہی بالکل برحق تھی ۔ ابراہیم بن مالک اشتر بڑے شجاع زمانہ محبت اہلبیت میں سرشار انسان تھے ۔ اس واقعہ کے بعد ۔ ۔ ۔ وہ اپنی قوم قبیلہ یار و انصار کو رات ہی رات لے کر مختار کے پاس آئے ان لوگوں میں حمید بن مسلم ازدی بھی تھا۔ پو پھٹنے تک قرار داد پاس ہوئی کہ جمعرات کے دن ۱۴ ربیع الاول ۶۶ھ کو خروج کیا جائے ۔ اس وقت ایاس بن مضارب عبد اللہ بن مطیع کی طرف سے کوفہ کا کوتوال شہر تھا ۔ اس کو بھی یہ خبریں پہونچ گئیں اس نے عبد اللہ سے کہا کہ مختار ضرور خروج کریں گے لہذا تم ہوشیار رہنا۔ یہ کہہ کر وہ لاؤ لشکر لے کر بازار میں آگیا اپنے لڑکے راشد کو اس نے کناسہ میں بھیج دیا۔ ابن مطیع نے اہل شک کے لشکر میدانوں میں بھیجنا شروع کر دیئے ۔

ابراہیم بن مالک اشتر کا خروج :- جب شہنشاہ خاور خیمہ مغرب میں روپوش ہوا ۔ اور کوفہ کی زمین نے رات کی کالی چادر سے اپنا تن ڈھانپا ابراہیم کچھ آدمیوں کے ساتھ مکان سے برآمد ہوئے یہ لوگ قباؤں کے اندر زرہیں پہنے ہوئے تھے ۔ یہ مختار کے گھر کی طرف بڑھنے لگے ۔ کوچہ و بازار میں پولیس کا سخت پہرہ تھا راستہ میں ایاس بن مضارب کوتوال شہر مل گیا اس نے پکار کر کہا ٹھہرو انہیں یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔

ایاس کے آدمی سب مسلح تھے تھوڑی دیر میں ابراہیم اور ان کی جماعت کو گھیر لیا۔ ایاس نے کہا کہ ہم کو تم پر شک ہے لہذا تم کو امیر کوفہ کے پاس لے چلیں گے۔ اس بات پر جھگڑا بڑھ گیا۔ ایاس کے آدمیوں میں ایک شخص ہمدان کا رہنے والا ابو قطن نامی تھا اس سے ابراہیم کی دوستی تھی ابراہیم نے اس کو آواز دی کہ ذرا میرے پاس آنا وہ یہ سمجھا کہ شاید ابراہیم مجھ کو اپنا شفیع بنانا چاہتے ہیں۔ جونہی وہ اپنا طویل نیزہ لئے ابراہیم کے پاس آیا ابراہیم نے وہ نیزہ اس سے چھین کر ایاس کی فوج پر حملہ کر دیا اور ایاس کے فرزند کے گلے پر ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر آ رہا ہے ابراہیم نے اپنے آدمیوں سے پکار کر کہا کہ اس کا سر کاٹ لو۔ کچھ لوگوں نے دوڑ کر اس کا سر بھی جدا کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر ایاس اور اس کے باقی ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ابراہیم اطمینان سے مختار کے گھر پہونچ گئے۔ جب مختار سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اس کو فال نیک قرار دیا۔ اور حکم دیا کہ مکانوں کے کوٹھوں پر آگ روشن کی جائے اور یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کر دیا جائے۔ اب کیا تھا دیکھتے دیکھتے چھتوں پر سے آگ کے شعلے نمودار ہوئے۔ اور مختار نے لباس جنگ پہنا زرہ بکتر لگا کر مکان سے باہر یہ رجز پڑھتے ہوئے آشکار ہوئے؎

قد علمت بیضاء حسناء الطلل — واضحۃ الخدین عجزاء الکفل

انی غداۃ الروع مقدام بطل — لا عاجز فیہا ولا وغد فشل

سفید رنگت، خوبصورت گردن، چوڑے رخسار، بھرے اندام والی حسینہ جانتی ہے کہ میں بزور نبرد جوانمرد بہادر ہوں۔ میں میدان جنگ میں نہ تو عاجز ہونا جانتا ہوں نہ پست فطرت ہوں نہ بھگوڑا ہوں۔ اس آواز کو سنتے ہی ناصران حسینؑ ہر طرف سے دوڑ پڑے عبد اللہ بن حر جعفی بھی اپنا لشکر لے کر آپہونچے اور کوفہ کے کوچہ و بازار میدان کارزار کا نمونہ بن گئے جو بھی حملہ کرنے آتا ابراہیم کی ہیبت ایسی سوار ہوتی کہ گلیوں میں گھس کر پناہ لیتا۔ شبث بن ربعی نے امیر کوفہ عبد اللہ بن مطیع کو مشورہ دیا کہ گلی کوچہ میں جنگ کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ ان لوگوں سے میدان میں نکل کر باقاعدہ جنگ کرنا چاہیئے۔ عبد اللہ نے شبث کی رائے پر عمل کیا۔ مختار کو جب ان لوگوں کے ارادہ کا پتہ چلا تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر دیر ھند کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہونچ کر پڑاؤ ڈالا۔ اور ابو عثمان نہدی کو تھوڑا لشکر دے کر کوفہ بھیجا تاکہ لوگوں کو مختار کے خروج اور مقام سے آگاہ کریں۔ ابو عثمان کوفہ کے گلی کوچہ میں پکارتے پھرتے تھے۔ یالثارات الحسین اے خون حسین کا بدلہ لینے والو۔ اے ہدایت یافتہ لوگو! آل محمد کے امین مختار بن ابو عبیدہ نے خروج کیا ہے اور اس وقت وہ دیر ھند میں فروکش ہیں انہوں نے مجھے تمہارے بلانے کو بھیجا ہے لہذا جلدی ان کے پاس پہونچو۔ اس منادی کو

سنکر لوگ جوق در جوق مسلح ہو کر مختار کے لشکر میں پہونچنے لگے اور تھوڑے عرصہ میں مختار کے پاس ایک لشکر جرار اکٹھا ہو گیا۔

باب ۳

مختار اور ابن مطیع کی جنگ

والبی اور حمید بن مسلم اور نعمان بن ابو جعد کا بیان ہے کہ ہم لوگ مختار کے ساتھ نکلے خدا کی قسم صبح ہونے سے پہلے پہلے مختار نے اپنا پورا لشکر تیار کر لیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے لشکر کی صفیں درست کیں۔ ہم سب کو جماعت سے نماز پڑھائی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت انہوں نے سورۂ نازعات اور عبس کی ایسی تلاوت کی تھی کہ پھر میں نے کسی امام کی زبان سے ایسی فصیح تلاوت نہیں سنی۔

دوسری طرف عبداللہ بن مطیع نے اپنے آدمیوں کو منادی کرائی جب لوگ اکٹھا ہو گئے تو اس نے سب سے پہلے شبث بن ربعی کو تین ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا اس کے پیچھے اپنے بیٹے راشد کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا اس کے پیچھے حجاز بن ابجر عجلی کو تین ہزار کے ساتھ اس کے پیچھے عکرمہ بن ربعی، شداد بن ابجر، عبدالرحمٰن بن سوید ان سب کو تین تین ہزار کا لشکر دے کر مختار کی طرف بھیجا اسی طرح ایک کے بعد

ایک لشکر آتا رہا یہانتک کہ بیس ہزار کے قریب فوج مختار کے مقابلہ پر نکل کھڑی ہوئی۔ مختار اپنے لشکر میں کھڑے ہوئے تھے کہ بنی سبیع اور سکۃ البرید کے درمیان کچھ شور و غل بپا ہوا۔ مختار نے کسی کو دریافت کے لئے بھیجا مخبر نے پلٹ کر خبر دی کہ شبث بن ربعی ایک ہزار کے لشکر جرار کو لئے چڑھا آتا ہے مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو نو سو سوار چھ سو پیادے دے کر اس کے مقابلہ پر روانہ کیا ان کے پیچھے نعیم بن ہبیرہ کو تین سو سوار اور چھ سو پیادہ دے کر بھیجا۔ اس کے علاوہ مختار نے یزید بن انس کو مقام مسجد شبث میں نو سو سپاہی دے کر بھیجا یزید بن انس نے بہاں کے لوگوں سے جنگ کی یہانتک کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے اور طرفین کے کافی آدمی مارے گئے اور نعیم بن ہبیرہ بھی قتل ہو گئے۔

دوسری طرف ابراہیم نے راشد بن ایاس سے مڈبھیڑ کی۔ راشد کے ساتھ چار ہزار کی سپاہ تھی۔ ابراہیم نے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان کی کثرت سے مرعوب نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے

کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ واللہ مع الصابرین۔

کتنی ہی مختصر جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب ہو چکی ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اب کیا تھا ابراہیم کے آدمی تلوار تول کر اور

سر ہتھیلی پر رکھ کر راشد کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی اتنے میں خزیمہ بن نصر عبسی کی نگاہ راشد پر پڑ گئی انہوں نے آگے بڑھ کر نیزہ کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ ہلاک ہو کر واصل جہنم ہوا۔ خزیمہ نے با آواز بلند پکار کر کہا قَتَلۡتُ رَاشِدًا وَرَبِّ الْكَعْبَه۔ رب کعبہ کی قسم میں نے راشد کو مار ڈالا۔ اس آواز سنتے ہی اس کے لشکر کے پیر اکھڑ گئے اب جو بھگدڑ مچی تو سب نے کوفہ پہنچ کر دم لیا۔ لیکن مختار کہاں پیچھا چھوڑنے والے تھے۔ وہ بھی اپنے آدمیوں کو لئے گھٹا کی طرح امڈ کر آ گئے لوگوں نے اپنے مکانوں میں پناہ لی جس کو کہیں جگہ نہ ملی وہ مسجد جامع میں گھس گیا۔ مختار کی فوج نے جس کو پایا بے دریغ تہ تیغ کیا۔ کوفہ کی گلی کوچوں میں خون کے دریا بہہ نکلے۔ امیر کوفہ عبداللہ بن یطیع قصر الامارہ میں ڈر کر بیٹھ گیا۔ مختار نے بازار کے کنارہ پڑاؤ ڈالا اور ابراہیم کو لشکر دے کر دارلامارہ کا محاصرہ کرنے بھیجا تین روز تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ عبداللہ نے جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو رات کو عورت کا بھیس بدل کر قصر سے بھاگ نکلا اور ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں پناہ گزین ہوا۔ باقی لوگوں نے مختار سے امان طلب کی۔ مختار نے سب کو امان دے دی امان کا اعلان سن کر اہل کوفہ جوق در جوق اپنے مکانوں سے نکلنے لگے اور مختار کے ہاتھ پر بیعت کرنے

لگے اس طرح چھ روز کے عرصہ میں مختار کا تسلط پورے کوفہ پر ہو گیا۔

جب ابن مطیع اور اس کے اصحاب قصر الامارہ سے باہر نکل گئے تو مختار نے اس میں سکونت اختیار کی اور وہاں سے مسجد کوفہ میں نکل کر آئے اور نماز جماعت کا اعلان کروایا۔ جب مجمع ہو گیا تو منبر پر جا کر ایک فصیح و بلیغ تقریر کی۔

" حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے دوست سے نصرت کا وعدہ پورا کیا اور اپنے دشمن کو شکست کا منہ دکھایا۔ جس نے افترا کیا نامراد ہوا۔ لوگو ہمارے واسطے ایک وقت معین کیا گیا اور ایک علم دکھایا گیا۔ علم کے لئے کہا گیا کہ اس کو اونچا کرو اور وقت معین کے لئے حکم ملا کہ اس کو ہاتھ سے جانے نہ دینا لہذا ہم نے اس کہنے والے کی بات کو قبول کیا۔ کتنے بغاوت کرنے والے قتل کر ڈالے گئے بغاوت کرنے والوں اور سرکشی کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہو۔ اللہ کے بندو آؤ اہل ہدایت کی بیعت کرو اور ان کے دشمنوں سے جنگ کرو اور ضعفاء آل محمد کو ظالموں کی شر سے بچاؤ۔ میں ہوں وہ جو ظالموں پر مسلط کیا گیا ہوں اور فرزند رسول کے خون کا انتقام لینے والا ہوں۔ میں عقاب و عذاب کی گھٹائیں لانے والا ہوں تاکہ ابن شہاب کی قبر کھود کر اس مفتری و کذاب اور مجرم و بے ایمان کا لاشہ باہر پھینکا جائے اور میں خاندانوں کو جلا دو

عرب میں منتشر کر دونگا۔ قسم ہے خدا کی میں ان لوگوں کو بھی قتل کرونگا جنہوں نے ظالموں کی مدد کی ہے اور باطل پرستوں کی باقی ماندہ جماعتوں کو بھی نیست و نابود کر دونگا۔" اتنا کہہ کر مختار منبر پر بیٹھ گئے پھر دوبارہ کھڑے ہوئے۔ اور یوں گویا ہوئے ——" اس کی قسم! جس نے بصیرت کے نور سے میرے دل کو معمور کیا ہے میں اس شہر کے بہت سے گھروں کو آگ لگا دونگا۔ اور بہت سی قبروں کو اکھاڑ ڈالونگا۔ اور اس طرح انتقام کی آگ بجھا کر بہت سے دلوں کو ٹھنڈا کرونگا۔ اس کوفہ میں —— بہت سے جبّار کافر ملعون دغدار میری شمشیر آبدار کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور عنقریب اس کی بھینٹ چڑھنے والے ہیں۔ رب حرم و بیت محترم کی قسم! لون و قلم کی قسم! میرے علم کا پھریرا کوفہ سے اصمّ تک، ذوسلم کے تمام اطراف پر تمام عرب و عجم پر اڑیگا۔ اور بنی تمیم کو اپنا غلام بناؤنگا۔" تقریر ختم کر کے مختار منبر سے اترے اور قصر الامارہ میں چلے گئے۔ اب تو لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ قصر الامارہ میں لوگوں کا ہجوم لگ گیا۔ مختار ہاتھ بڑھائے بیٹھے تھے اور عرب و عجم و روسا قبائل غلام امیر فقیر سب ہی نے آ کر بیعت کی۔ جب بیعت کا سلسلہ ختم ہو گیا تو مختار نے بیت المال کا جائزہ لیا اس میں نوّے ۹۰ لاکھ درہم پائے مختار نے اس مال کو اپنے لشکریوں پر تقسیم کر دیا جن لوگوں نے قصر الامارہ کا محاصرہ کیا تھا ان کی تعداد تین ہزار

آٹھ سو تھی ان میں سے ہر ایک کو پانچ سو درہم ملے۔ ان کے علاوہ دوسرے چھ ہزار افراد جو محاصرہ کے بعد آئے تھے ان کو فی کس دو سو درہم دیئے۔

مختار کو جب عبداللہ بن مطیع کی بابت علم ہوا کہ اس نے ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں پناہ لی ہے تو عبداللہ بن کامل شاکری کو بلا کر اسے دس ہزار درہم دیئے اور کہا کہ یہ ابن مطیع کو دے دو۔ تاکہ وہ اس رقم کے ذریعہ سفر کر سکے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ پیسہ نہ ہونے کے باعث وہ ابتک یہاں سے کوچ نہیں کر سکا۔ ابن مطیع نے وہ رقم غنیمت سمجھی اور اسے لے کر بصرہ چلا گیا پھر زندگی میں عبداللہ بن زبیر کو بوجہ شرمندگی صورت نہیں دکھلائی۔ مختار نے مناصب کی اس طرح تقسیم کی کہ عبداللہ بن کامل کو رئیس الشرطہ (کوتوال شہر) بنایا۔ ابو عمرہ کیسان کو اپنے باڈی گارڈ کا سردار بنایا۔ اشتر کے مادری بھائی عبیداللہ بن حارث کو آرمینیہ پر محمد بن عطارد کو آذربائیجان پر عبدالرحمن بن سعد کو موصل پر سعد بن حذیفہ یمانی کو حلوان پر عمر بن سائب کو رے و ہمدان پر عامل مقرر کیا۔ خود پایہ تخت کوفہ کا انتظام ہاتھ میں لے کر تخت عدالت پر رونق افروز ہوئے اور مقدمات فیصل کرنا شروع کیئے جب انکی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ گئیں تو محکمہ قضاۃ قاضی شریح کو سونپا جب معلوم ہوا کہ یہ حضرت امیر المومنینؑ کے معتوب تھے اور انہوں نے ان کو معزول کر دیا تھا تو ان کی جگہ عبداللہ بن مالک

طائی کو قاضی مقرر کیا۔

مختار اس طرف یہ کارنامے انجام دے رہے تھے اُدھر مروان بن حکم اپنی سلطنت مستحکم کرنے میں مشغول تھا جب اس نے اچھی طرح مضبوطی کر لی تو ایک لشکر عبداللہ بن زبیر کی طرف روانہ کیا اور دوسرا عبید اللہ بن زیاد کی سرکردگی میں مختار سے لڑنے عراق بھیجا اور اس نے حکم دیا کہ جب کوفہ پر فتح پانا تو تین روز تک اسے خوب لوٹنا۔ ابن زیاد شام سے چل کر موصل پہونچا یہاں عبدالرحمٰن بن سعد مختار کی طرف سے عامل تھے ابن زیاد کے لشکر سے مرعوب ہو کر انہوں نے موصل چھوڑ دیا۔ اور تکریت آگئے اور بذریعہ خط مختار کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ مختار نے جواب میں لکھا کہ تم نے اچھا کیا جو تکریت آگئے اب جب تک ہمارا لشکر نہ پہونچے اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ اس کے بعد مختار نے یزید بن انس اور عروہ بن جلیہ کی سرکردگی میں تین ہزار کا لشکر دے کر موصل کی طرف روانہ کیا۔ دیر ابو موسیٰ تک خود بھی پہونچانے آئے وقت رخصت فنون حرب کے متعلق ضروری ہدایات دیئے اور کہا کہ اگر مزید کمک کی ضرورت ہو تو مطلع کرنا۔ یزید نے کہا ہم کو آپ کی دعاؤں کے علاوہ مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لشکر کوفہ سے چل کر موصل کے قریب مقام "باتلی" میں اترا۔۔۔ ابن زیاد کو جب اس کے لشکر کی آمد کا پتہ چلا پوچھا اس کی کتنی تعداد ہے جاسوسوں نے کہا تین

ہزار یہ سنکر ابن زیاد بہت خوش ہوا۔ اور ہیکڑی سے بولا اس سے دوگنا لشکر ان کے مقابلہ پہ بھیجدیا جائے۔ چنانچہ چھ ہزار سپاہ شام سے یزید بن انس کے مقابلہ کو روانہ ہوئی قسمت کی خوبی دیکھئے کہ مختار کے لشکر کے سپہ سالار یزید بن انس سخت بیمار ہو گئے مگر اسی عالم میں لوگوں سے کہا کہ مجھے گدھے پر سوار کر دو۔ لوگ دونوں طرف سے ان کو تھامے صفوں کے سامنے لائے اور انہوں نے اپنے لشکر والوں کو لڑنے کی ترغیب و تحریص کی اور کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو تمہارے امیر ورقا بن عازب اسدی ہیں وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن ضمرۃ عذری امیر ہیں وہ بھی نہ رہیں تو معد بن ابو معر امیر ہیں۔

۱۰ ذی الحجہ (یوم عرفہ) ۶۶ھ کو ابھی خورشید زرنگار نے مشرق کے اوٹ سے اپنا چہرہ نہیں نکالا تھا کہ جنگ چھڑ گئی۔ آفتاب کی پہلی کرن جس وقت موصل کی پہاڑیوں پر پڑی تو وہ بہادروں کے خون میں نہا گئی چاشت کے وقت سے پہلے پہلے جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ شامی لشکر نے عراقی تلواروں کی بے پناہ کاٹ دیکھ کر قرار پر فرار کو ترجیح دی ان کے تین سو اسیر عراقیوں کے ہاتھ آئے۔ یہ قیدی جس وقت یزید بن انس کے سامنے پیش کئے گئے تو اس وقت ان کا آخر وقت تھا۔ مگر اسی عالم میں انہوں نے اشارہ سے سمجھایا کہ ان سب کو تہ تیغ کر دیا جائے چنانچہ وہ سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ اس کے بعد وہ خود بھی راہی ملک عدم ہوئے۔ ان پر ورقا

بن غارب اسدی نے نماز پڑھی اور وہیں دفن کیا۔ ان کی وفات سے لشکر عراق میں غم کی لہر دوڑ گئی۔

یزید بن انس کی وفات کے بعد ورقا نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ ابن زیاد کے پاس بہت آدمی ہیں ہم میں ان سے مقابلہ کی سکت نہیں ہے لہذا پردہ شب میں یہاں سے نکل چلو۔ یزید بن انس کے مرنے سے سب کے دل ٹوٹے ہوئے تھے انہوں نے اس مشورہ کو غنیمت جانا اور انہوں نے کوفہ کی طرف مراجعت کی۔ محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ اس وقت ابن زیاد کے پاس اسی ہزار کا لشکر تھا۔ مختار کو جب یزید بن انس کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ سمجھے کہ وہ جنگ میں مارے گئے ہیں اور لشکر نے شکست کھائی مختار نے فوراً عامل مدائن کو لکھا کہ صورت حال سے مطلع کریں۔ مدائن کے گورنر نے جواب دیا کہ یزید اپنی موت مرے ہیں لشکر عراق بغیر شکست کھائے اور فتح کئے بغیر واپس لوٹا ہے۔ اس خبر سے مختار کو گونا اطمینان ہوا۔

ابن زیاد کے مقابلہ پر ابراہیم کی روانگی:۔ مرزبانی نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو ابن زیاد سے مقابلہ کرنے کے لئے کہا چنانچہ وہ ایک لشکر کثیر لے کر اس کی سرکوبی کو روانہ ہوئے ان کے ساتھ دو ہزار سپاہی مذحج واسد سے دو ہزار تمیم و ہمدان

سے ڈیڑھ ہزار قبائل مدینہ سے ایک ہزار و چار سو کندہ و ربیعہ سے دو ہزار حمرہ سے تھے جب یہ لشکر ظفر پیکر کوفہ سے روانہ ہوا تو خود مختار پیادہ پا بہت دور تک پہونچانے آئے۔ ابراہیم نے کہا خدا آپ پر رحم کرے آپ تھک جائیں گے سوار ہو جائیے۔ کہا کیسے سوار ہوں جبکہ جانتا ہوں کہ خدا تمہارے ساتھ چلنے پر مجھ کو ہر قدم پر اجر بے حساب عطا فرما رہا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ نصرت آل محمد اور ان کے خون ناحق کے انتقام کے لئے دوڑنے میں میرے دونوں پیر گرد آلودہ ہو جائیں۔ اس کے بعد مختار نے اس لشکر ظفر آثار کو وداع کیا وہ کوفہ چلے آئے اور ابراہیم نے مقام حمام اعین پر پہونچ کر شب بسر کی وہاں سے چل کر ساباط مدائن میں پڑاؤ ڈالا۔

اہل کوفہ کی بغاوت:۔ ادھر کوفیوں نے جب دیکھا کہ مختار کے پاس تھوڑی سی فوج رہ گئی ہے اور اب وہ کچھ نہیں کر سکتے اپنی دیرینہ عادت و عداوت پر اتر آئے کیونکہ ان کی اکثریت قاتلان حسین پر مشتمل تھی۔ چنانچہ ان سب نے بیعت توڑ دی مختار کا زور دیکھ کر سب چھپ گئے تھے ابراہیم کے لشکر کے جاتے ہی یہ لوگ ایک ایک کر کے اپنی کمین گاہوں سے نمودار ہونے لگے اور شمر بن ذی الجوشن کی قیادت میں انہوں نے ایک لشکر تیار کر کے مختار پر حملہ بول دیا اور

دارالامارہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اس وقت مختار کے پاس کل جمع چار ہزار سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ مختار نے خفیہ طور پر ابراہیم کے پاس خط روانہ کیا اس میں لکھا کہ میرے اس خط کے دیکھتے ہی آگے بڑھنے کا پروگرام منسوخ کر دو اور پورے لشکر کو لے کر واپس لوٹ آؤ۔ ابھی ابراہیم نے مقام ساباط سے کوچ نہیں کیا تھا کہ ان کو مختار کا خط مل گیا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً واپسی کا اعلان کر دیا۔ گھوڑوں کی مہاریں ڈھیلی چھوڑ دیں اور آندھی کی طرح کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ادھر مختار باغیوں سے جنگ میں مصروف تھے سارا دن اور رات لڑائی ہوتی رہی دوسرے دن ابراہیم کا [illegible] آپہونچا اب کیا تھا مختار کو قوت پہونچ گئی۔ باغیوں کے اوسان خطا ہو گئے ابراہیم کناسہ کی طرف نکل گئے ادھر اہل مضر جمع تھے وہ ان سے جنگ کرنے لگے اہل یمن سے مختار لڑنے لگے اس وقت مختار کے جرنیل خاص رفاعہ بن شداد جان توڑ کر لڑ رہے تھے وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے ؎

لاضربن عن ابی حکیم مفارق الاعبد والحمیم

میں ابوحکیم (مختار) کی طرف سے جنگ کر رہا ہوں میں نے اپنے تمام غلاموں اور دوستوں کو چھوڑ دیا ہے۔ یہاں تک کہ بیچارہ شہید کر ڈالے گئے۔ لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ باغیوں میں

شکست کے آثار نمایاں ہوئے اتنے میں کسی نے یہ مژدہ آکر سنایا کہ باغی بھاگ کھڑے ہوئے ہیں کچھ تو ان میں سے اپنے گھروں میں چھپ گئے کچھ مصعب بن زبیر کے پاس چلے گئے کچھ جنگلوں میں بھاگ گئے اس طرح یہ فتنہ خاموش ہو گیا جب مقتولین کا شمار کیا گیا تو ایک سو چالیس نعشیں دستیاب ہوئیں اور پانچ سو اسیر گرفتار کر کے مختار کے سامنے لائے گئے۔ جیسا کہ طبری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق مختار نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جو لوگ قتل حسینؑ میں شریک تھے ان کو میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ وہ لوگ ایک ایک کر کے مختار کے سامنے لائے جانے لگے اور مختار نے اپنے ہاتھ سے ان دشمنان خدا و رسول کی گردنیں کاٹنا شروع کیں یہاں تک کہ دو سو اڑتالیس ناری داخل نار جہنم ہوئے باقی لوگ جو قتل حسینؑ سے متہم نہیں تھے انکو آزاد کر دیا گیا اصحاب مختار میں سے بہت سے لوگ مارے گئے جن کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی۔

شمر بن ذی الجوشن کا انجام:۔ مخبروں نے مختار کو آکر یہ خبر دی کہ شمر بن ذی الجوشن قاتلان حسینؑ کی ایک جماعت کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے یہ سن کر مختار نے اپنے ایک غلام حبشی کو اس پر مامور کیا اس غلام کا نام رزین اور بروایتے زربی تھا۔ یہ

بڑا بہادر تھا اس کو دس آدمی دے کر اس کا سر لانے روانہ کیا۔ مسلم بن عبداللہ ضبابی کا بیان ہے وہ کہتا ہے کہ جس وقت مختار کے لشکر نے ہم کو شکست دی ہیں شمر کے لشکر میں تھا۔ جب شمر نے مختار کے غلام کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تو ہم سے کہا کہ بھاگ نکلو اگر یہ غلام ہمارے پیچھے آئے گا تو اس کو دھوکہ سے قتل کریں گے چنانچہ ہم لوگ بھاگنے لگے اور غلام نے ہمارا پیچھا کیا کہ یکبارگی شمر نے پلٹ کر اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ اور آگے بڑھا اور ایک قریہ میں اترا جس کا نام کلتانیہ تھا۔ یہ ایک پہاڑی اور نہر کے درمیان واقع تھا وہاں پہنچ کر ایک خط مصعب بن زبیر کی طرف طلب مدد کے لئے لکھا . . . . اور ایک قاصد کے ہاتھ حجاز کی طرف روانہ کیا مگر وہ قاصد بجائے ابن زبیر کے پاس جانے کے سیدھا ابو عمرہ کے پاس چلا گیا۔ جو پاس ہی ایک قریہ میں پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ابو عمرہ نے پوچھا شمر یہاں سے کتنی دور ہے اس مخبر نے کہا کہ کوئی تین فرسخ کے فاصلہ پر۔ مسلم بن عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے شمر کو مشورہ دیا کہ ہم کو یہ جگہ چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ مجھ کو تمہارے متعلق یہاں بھی خوف معلوم ہوتا ہے۔ شمر کو یہ سن کر سخت غصہ آیا۔ اور اس نے کہا وائے ہو تم پر! اس کذاب (مختار) سے تم لوگ اتنا ڈرتے ہو۔ خدا کی قسم میں تین روز سے قبل یہاں سے نہیں ٹلونگا۔ رات

کو ہم لوگ سونے لیٹے ہی تھے کہ ایک مرتبہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز کان میں آئی۔ اب جو دیکھا تو پہاڑی کے پیچھے سے گھوڑے سوار نمودار ہوئے اور آن کی آن میں انہوں نے ہم کو چاروں طرف سے اپنے حلقہ میں لے لیا۔ شمر اس وقت ننگا تھا صرف ایک انگوچھا باندھے ہوئے تھا۔ لشکر دیکھ کر ہم سب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے مگر شمر نہ بھاگا وہ اپنی تلوار لے کر مقابلہ پر ڈٹ گیا اس وقت اس نے یہ رجز پڑھا ؎

نبهتوالیثا هزبرا باسلا	جهما محیالا یدق الکاهلا
لم یک یوما عن عدو ناکلا	الا کذا مقاتلا او قاتلا

تم نے ایک ایسے شیر کو جگا دیا جو بہادر ہے اس کا چہرہ خوفناک ہے دشمنوں کی ہڈیاں کچلنے والا ہے ایک دن بھی وہ دشمن کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹا۔ الا یہ کہ ہمیشہ جنگ کرتا رہا یا قتل کرتا رہا۔ تھوڑی دیر نہ گزری کہ ابو عمرہ نے اس شقی کو مار گرایا۔ اس کے ساتھی جو ساتھ رہ گئے تھے وہ بھی مارے گئے اور انکے سر کاٹ کر مختار کے سامنے پیش کئے گئے مختار شمر کا سر دیکھ کر سجدہ شکر میں گر گئے اور ان اشقیا کے سر مسجد جامع کے سامنے میدان میں عبرت کے لئے نصب کر دیئے گئے۔

اب میں ان لوگوں کا تذکرہ کرتا ہوں جو مختار کی تیغ شرربار سے فی النار ہوئے۔ طبری کا کہنا ہے کہ مختار نے خود

کو قاتلان حسینؑ سے انتقام کے لیئے مخصوص کر لیا تھا۔ انہوں نے اعلان
کر دیا تھا۔ جب تک کہ میں ان تمام اشقیا کے وجود سے زمین کو پاک نہیں
کر لیتا جنہوں نے حسینؑ مظلوم کے خون ناحق میں اپنے ہاتھ بھرے ہیں میرا
کھانا پینا حرام ہے۔ انہوں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ یہ لوگ جہاں بھی
چھپے بیٹھے ہوں ان کو ڈھونڈھ کر لاؤ۔

نعش حسینؑ پائمال کرنے والوں کا انجام:۔ موسیٰ بن عامر کہتا
ہے کہ سب سے پہلے جو مجرم گرفتار ہو کر آئے وہ وہ لوگ تھے جنہوں نے
امام حسینؑ علیہ السلام کی نعش مطہر کو پائمال سم اسپاں کیا تھا مختار نے ان
کو یہ سزا دی کہ ان کو جیتا جاگتا زمین پر چت لٹایا اور ان کے ہاتھ پیروں
میں میخیں ٹھونک دیں پھر ان پر اتنے گھوڑے دوڑائے کہ ان کے اعضا
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے پھر ان کو آگ میں جلا دیا۔ اس کے بعد دو شخص اور
گرفتار ہوئے انہوں نے عبدالرحمٰن بن عقیل کو قتل کیا تھا اور ان کا لباس
لوٹا تھا مختار نے ان کو قتل کر کے آگ میں ڈلوا دیا۔ پھر مالک بن بشیر کو
گرفتار کیا گیا اور اس کو سر بازار قتل کیا گیا۔

خولی کا انجام:۔ اس کے بعد مختار نے ابوعمرہ کو خولی بن یزید اصبحی
کے گرفتار کرنے کو بھیجا۔ ابوعمرہ نے اس کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ وہ شقی
تھا جو امام حسینؑ کا سر نیزہ پر بلند کر کے ابن زیاد کے پاس لایا تھا۔

اس کے گھر سے اس کی بیوی نوار بنت مالک برآمد ہوئی یہ بھی کہا گیا ہے کہ
اس کا نام عیوق تھا۔ یہ عورت محب اہل بیت اطہار تھی۔ اس نے کہا
مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں چلا گیا ہے لیکن ہاتھ سے پائخانہ کی طرف اشارہ
کر کے بتلا دیا کہ وہ نجس یہاں چھپا بیٹھا ہے چنانچہ لوگ پائخانہ کے اندر
گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خولی سر پہ ٹوکری اوڑھے بیٹھا ہے اس کو گرفتار
کر کے باہر لائے اور قتل کر کے اس کی لاش بھی جلا دی۔

حکیم بن طفیل کا انجام:۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو حکیم بن
طفیل سنبسی کی گرفتاری کو بھیجا۔ اس ملعون نے سکینہ کی مشک پر تیر مارا
تھا جس نے تیر کے ساتھ عباس کا سینہ بھی چھید دیا تھا پھر حضرت کی
شہادت کے بعد آپ کا لباس لوٹ کر لے گیا تھا لوگوں نے مختار کے
پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس کو نشانہ بنا کر اتنے تیر مارے کہ واصل جہنم
ہوا۔

قاتل علی اکبرؑ کا انجام:۔ مختار نے حضرت علی اکبرؑ کے قاتل مرۃ
بن منقذ عبدی کی گرفتاری کے لیئے کچھ لوگوں کو روانہ کیا یہ اپنے قبیلہ
کا سردار تھا جب اس کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو یہ ہاتھ میں ایک بڑا سا
نیزہ لیئے گھوڑے پر سوار برآمد ہوا نکلتے ہی اس نے مختار کی فوج کے ایک
آدمی عبیداللہ بن ناجیہ شبامی پر نیزہ کا وار کیا جس سے عبیداللہ زمین پر

آ رہے مگر زخم کاری نہ لگا۔ پھر ابن کامل نے اس پر تلوار کا وار کیا جس کو اس نے اپنے بائیں ہاتھ پر روکا۔ تلوار اندر گھس گئی اتنے میں اس کا گھوڑا ایسا بھڑکا کہ وہ اس کو فوج سے باہر بھگا کرلے گیا اسی طرح وہ گرتا پڑتا مصعب بن زبیر تک پہونچنے میں کامیاب[1] ہو گیا۔ اگرچہ تمام عمر کے لئے ایک ہاتھ سے بیکار ہو گیا۔ پھر زید بن رقاد گرفتار کرکے لایا گیا۔ مختار نے اس کو تیروں اور پتھروں سے اڑوایا۔ پھر اس کو جلوا دیا۔

سنان بن انس کا انجام :۔ سنان بن انس بصرہ بھاگ گیا مختار نے اس کا گھر منہدم کروا دیا۔ سنان نے جب بصرہ میں بھی امان نہ پائی تو وہ قادسیہ کی طرف نکلا مختار کو بھی جاسوسوں نے یہ اطلاع پہونچا دی۔ چنانچہ انہوں نے اس کو عذیب و قادسیہ کے درمیان جالیا اس کو یہ سزا دی کہ پہلے تو اس کی انگلیاں ایک ایک کرکے قلم کروائیں پھر اس کے ہاتھ پیر کٹوائے اور کھولتے تیل میں ڈلوا دیا۔

حرملہ بن کاہل کا انجام :۔ منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ میں جب مکہ معظمہ سے پلٹنے لگا تو امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں سلام کو گیا۔ آپ نے پوچھا کہ حرملہ کے متعلق کیا خبر ہے میرے ایک

---

[1] بعض روایات سے پتہ چلتا ہے۔ اس کو اس وقت لشکر مختار نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (فرسان الہیجا ص ۲۴۷) جزائری

ساتھی نے جواب دیا کہ آقا! وہ ابھی تک صحیح سالم ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ طرف آسمان بلند کئے اور تین دفعہ فرمایا۔

اللهم اذقه حرّ النار اللهم اذقه حرّ النار اللهم اذقه حرّ الحدید.

خدایا اس کو آگ کا مزا چکھا دے۔ خدایا اس کو آگ کا مزا چکھا دے۔ خدایا اس کو لوہے کا مزا چکھا دے۔ منہال کہتے ہیں جب میں کوفہ واپس آیا تو مختار کے پاس ان سے ملنے گیا وہ اپنے گھر کے باہر ہی مل گئے۔ مختار نے مجھ کو دیکھ کر کہا کہ منہال تم نے اس جہاد میں ہمارا کوئی ساتھ نہ دیا میں نے کہا کہ میں مکہ گیا ہوا تھا پھر وہ محلہ کناسہ آئے اور اس طرح کھڑے ہوئے گویا ان کو کسی کا انتظار تھا۔ ابھی تھوڑا عرصہ نہ گزرا تھا کہ لوگوں نے آکر کہا امیر! بشارت ہو کہ حرملہ پکڑ لیا گیا اتنے میں کچھ لوگ اس کو گرفتار کئے ہوئے سامنے لائے مختار نے اس خبیث کو دیکھ کر کہا کہ شکر ہے خدا کا جس نے تجھ پر قابو دیا۔ پھر مختار نے آواز دی جلاد جلاد۔ جب جلاد آیا مختار نے کہا کہ اس کے ہاتھ پیر جدا کر پھر مختار نے آواز دی آگ آگ چنانچہ نرکل کے ایک گٹھے کو آگ لگا دی گئی اور اس میں حرملہ جلا دیا گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر منہال نے دو دفعہ کہا سبحان اللہ سبحان اللہ۔ مختار نے کہا کہ تسبیح ہر حال میں اچھی ہے مگر بتلاؤ اس وقت کیوں پڑھی تب میں نے مختار سے امام

زین العابدینؑ کی بددعا کا حال بیان کیا۔ یہ سن کر مختار گھوڑے سے اترے
اور دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی اور بڑی دیر تک سجدے میں پڑے
رہے پھر وہ گھوڑے پر روانہ ہوئے جب میرے مکان کے سامنے سے گزرے
تو میں نے ان کو اپنے گھر میں آنے اور کھانا کھانے کی دعوت دی۔ انہوں
نے کہا کہ تم ہی نے تو بیان کیا کہ خداوند عالم نے امام زین العابدینؑ کی دعا
کو میرے ہاتھوں پورا کیا۔ پھر تم ہی مجھ کو کھانے کی دعوت دیتے ہو آج کا
روز تو روزہ صوم شکر ہے اس لئے میں نے روزہ کی نیت کر لی ہے۔ میں
نے کہا کہ اللہ آپ کی توفیق میں اضافہ کرے۔ عبداللہ بن عروہ خثعمی بھی
بھاگ کر مختار کے پاس چلا گیا مختار نے اسکا مکان بھی منہدم کروا دیا۔
پھر انہوں نے عمرو بن بسیح صیداوی کی تلاش کروائی وہ رات کے وقت
اپنے مکان کے کوٹھے سے پکڑا گیا اس کی تلوار تکیہ کے نیچے تھی مگر وہ کچھ
نہ کر سکا۔ کسی نے اس سے کہا کہ خدا تیری تلوار کا برا کرے اتنی قربت کے
باوجود وہ تجھ کو کچھ فائدہ نہ پہونچا سکی اس کے بعد اسے لے کر مختار کے
پاس آئے مختار نے حکم دیا کہ اس کو نیزے مار مار کر واصل جہنم کیا جائے۔
چنانچہ وہ اسی طرح مار ڈالا گیا۔ اس کے بعد مختار نے محمد بن اشعث
کی گرفتاری کے لئے سپاہیوں کو اسکے مکان پر بھیجا۔ اس نے قادسیہ کے
قریب ایک دیہات میں اپنا شاندار قصر بنا لیا تھا جب فوج نے اس کے

قصر کا محاصرہ کیا تو وہ چور دروازہ سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا اور
مصعب بن زبیر سے جا ملا ادھر مختار کی فوج نے اس کے مکان کو لوٹ
کر آگ لگا دی۔ مرزبانی کہتا ہے کہ پھر عبداللہ بن اسد جہنی اور مالک
بن ہشیم بدائی اور حمل بن مالک محاربی کو قادسیہ سے پکڑ کر مختار کے
پاس لائے۔ مختار نے ان لوگوں سے خطاب کیا کہ اے دشمنان خدا!
بتلاؤ حسینؑ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم کو ان سے مقابلہ کے لئے مجبور
کیا گیا تھا۔ مختار نے کہا کہ تم نے ان کے ساتھ مدارا کرتے ہوئے تھوڑا
پانی ہی پلا دیا ہوتا۔ پھر مختار نے بدائی سے کہا تو نے حسینؑ کی کلاہ مبارک
چھینی تھی۔ اس نے کہا نہیں مختار نے کہا تو نے ہی چھینی تھی پھر حکم دیا کہ
اس مردود کے ہاتھ پیر جدا کئے جائیں اور ان دونوں کی گردن ماری
جائے۔ پھر بجدل بن سلیم گرفتار کر کے لایا گیا لوگوں نے بیان کیا کہ اس
نے امام حسین علیہ السلام کی انگوٹھی کی خاطر آپ کی انگشت مبارک جدا
کی تھی۔ مختار کے حکم سے اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے گئے اور وہ شقی
اسی طرح تڑپتا رہا۔ یہاں تک کہ قعر جہنم میں پہونچا۔ بعد ازاں مجرموں کا ایک اور
گروہ لایا گیا۔ ان میں وقاد بن مالک، عمر بن خالد، عبدالرحمن بجلی، عبدالرحمن
بن قیس خولانی تھے۔ مختار کی نظر جس وقت ان لوگوں پر پڑی تو انہوں نے
کہا کہ اے دشمنان خدا! مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں نے امام حسین علیہ السلام

کی ورس[1] لوٹ لی تھی۔ پھر ان کو بھی بری طرح قتل کیا۔ اشقیائے کوفہ میں سے ایک شقی اسما بن خارجہ تھا یہ حضرت مسلم بن عقیل کے قتل میں شریک تھا۔ مختار نے ایک روز حسب عادت مسجع مقفیٰ عبارت میں یہ الفاظ زبان پر جاری کئے۔ اما ورب السماء ورب الضیاء ورب الظلماء

لتنزلن نار من السماء دھماء او حمراء او سحماء تحرق دار اسماء۔

یعنی رب آسمان و رب نور و ظلمت کی قسم! آسمان سے عذاب الٰہی کا سرخ شعلہ اسما کے مکان پر گرنے والا ہے جس سے وہ جل کر بھسم ہو جائے گا۔ جب اس کی خبر اسما کو ہوئی تو اس نے کہا کہ ابو اسحٰق (مختار کی کنیت) نے میرے متعلق بھی قافیہ آرائی کر دی ہے اب میرا ٹھکانا یہاں نہیں ہو سکتا یہ کہہ کر وہ اپنی جان لے کر جنگل میں بھاگ گیا اور مختار نے اس کا اور اس کے خاندان والوں کے تمام مکانات مسمار کروا دیئے۔ شمر نے امام حسینؑ علیہ السلام کے اونٹ لوٹے تھے اور کوفہ آکر ان سب کو ذبح کیا اور ان کا گوشت لوگوں میں تقسیم کیا تھا۔ مختار نے پتہ لگا کر جس جس نے اس گوشت کو قبول کیا تھا اسے قتل کیا اور اس کے گھر کو مسمار کروا دیا۔ غرض اسی طرح قاتلان حسینؑ کا قتل و غارت کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں سے ایک خلق کثیر ماری گئی جو باقی بچے وہ ادھر ادھر بھاگ گئے تھے مگر جب پتہ چلا تو ان کے مکانات گروا

[1] ایک قسم کی خوشبو ج۔ ز

دیئے۔ جس کے متعلق پتہ چلا کہ وہ کسی قلعہ میں پناہ گزین ہوا ہے اس کا پیچھا کیا اور اس کو بھی صحرا نوردی پر مجبور کر دیا۔ (راوی کہتا ہے) کہ حالت یہ تھی کہ غلام اپنے آقا کا سر کاٹ کر مختار کے پاس لاتے تھے اور آزاد ہو جاتے تھے بہت سے غلام اپنے آقاؤں کی مخبری کرتے تھے اور مختار ان کو قتل کرتے تھے۔ آقا اپنے غلاموں سے اس درجہ خائف ہو گئے تھے کہ ان کی جابجا خاطر داری کرتے تھے اگر وہ کہتے کہ مجھ کو اپنی گردن پر سوار کر کے ادھر ادھر پھراؤ تو وہ ایسا بھی کرتے تھے تاکہ وہ کہیں مختار سے شکایت نہ کر دیں۔ بہر حال امیر مختارؓ نے اپنے کردار سے کتنی بڑی منقبت حاصل کی کہ حسین علیہ السلام کے خون ناحق کا انتقام لے کر اور باغیان امت محمد کو تہ تیغ کر کے سرور کائناتؐ اور ان کے اہل بیت اطہار کے دلوں کو قرار و سکون بخشا۔ علامہ ابن نما فرماتے ہیں کہ میں نے باوجود تکدر مزاج اور غم اندوہ یہ چند شعر اس مرد مجاہد کی شان میں کہے ہیں:۔

وھو ہذا ؎

سرّ النبی باخذ الثار من عصب	باؤا بقتل الحسین الطاھر الشیم
قوم غدوا لبان البغض ویحھم	للمرتضیٰ وبنیہ سادۃ الامم
جازی بھا والفتیٰ المختار اذ قعدت	عن نصرہ سائر الاعراب والعجم
جادتہ من رحمۃ الجبار ساریۃ	تھمی علی قبرہ منھلۃ الدیم

یعنی مختار نے حسینؑ خوش صفات کے قاتلوں سے انتقام لے کر نبیؐ کو خوش کر دیا۔ یہ وہ نامراد قوم تھی جس نے علیؑ اور آل علیؑ جو امت کے سردار تھے ان سے عداوت اختیار کی تھی۔ جب تمام عرب و عجم ان کی نصرت سے منہ موڑ کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے ایسے عالم میں مختار نے شمشیر انتقام بے نیام کر کے دائمی فخر و شرف حاصل کیا۔ خدائے جبار انکی قبر مطہر پر ہمیشہ اپنی رحمت کی بارش کرتا رہے۔

باب ۴

عمر بن سعد اور عبید اللہ بن زیاد کا قتل

جب بہت سے قاتلان حسینؑ کو قتل کرنے کے بعد مختار کو قدرے سکون و فراغت حاصل ہوئی تو انہوں نے عمر بن سعد اور اس کے لڑکے حفص کے قتل کی طرف توجہ کی۔ عمر بن ھشیم کہتا ہے کہ میں مختار کے دربار میں ان کے داہنی جانب بیٹھا ہوا تھا اور ھشیم بن اسود بائیں جانب بیٹھے تھے۔ کہ ایک مرتبہ مختار نے کہا کہ اب میں ایک ایسے شخص کو قتل کرنے والا ہوں۔ جس کے پیر بڑے ہیں، آنکھیں تیز ہیں، جن پر ابرو جھکے ہوئے ہیں جب چلتا ہے زمین دھکتا ہوا چلتا ہے اس کے قتل سے

اہل آسمان و زمین خوش ہوں گے۔ ھشیم نے جب یہ سنا تو ان کو خیال گزرا کہ مختار کی مراد پسر سعد کے سوا کوئی نہیں ہے چنانچہ اس نے اپنے لڑکے عریان کو پسر سعد کے پاس بھیج کر مختار کے ارادہ سے اس کو مطلع کر دیا۔ عبد اللہ بن جعدہ بن ہبیرہ مختار کی نظر میں بہت عزیز تھے پسر سعد نے عبد اللہ بن جعدہ کے ذریعہ مختار سے امان طلب کی۔ مختار نے حسب ذیل امان نامہ پسر سعد کے لئے تحریر کر دیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کی طرف سے امان نامہ ہے عمر بن سعد بن ابی وقاص کے لئے کہ وہ اور اس کی جان و مال و اولاد و اللہ کی امان میں ہے اسکے پچھلے جرموں کی اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ یونہی اطاعت گزار اور خانہ نشین رہے۔ میں اسے کچھ نہ کہونگا۔ الا یہ کہ اس سے کوئی حدث صادر ہو۔ (عربی میں لفظ حدث ذو معنیین لفظ ہے جس کے معنی نئی بات اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کے ہیں) اس امان کے ملنے کے بعد عمر اپنے گھر سے باہر نکل آیا اور مختار کے پاس آنے جانے لگا مختار نے بھی بظاہر اس کی توقیر کی اس کو اپنے پاس بٹھاتے اور ہنستے بولتے رہے لیکن جب اس کو مختار کی مذکورہ بات کا پتہ چلا تو وہ دل میں ڈرا اور اس نے کوفہ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو جس کا نام مالک تھا لے کر نکل کھڑا ہوا۔ عمر نے اس کو چار سو دینار

بھی دیئے اور کہا کہ اس کو راہ میں خرچ کریں گے۔ جس وقت یہ دونوں
حمام عمر یا نہر عبدالرحمن کے پاس پہونچے تو عمر نے اپنے ساتھی کو بتلایا کہ
میں مختار کے خوف سے بھاگا ہوں یہ سن کر اس کے ساتھی نے اس سے
کہا کہ تم نے یہ پہلے کیوں نہ بتلایا ورنہ میں تم کو بھاگنے سے منع کر دیتا۔
اب بھی یہی رائے ہے کہ یہاں سے بھاگنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اگر
تم چلے گئے تو مختار تمہارے گھر کو مسمار کر دے گا۔ اور تمہارے مال و
متعلقین کو لوٹ لے گا کیونکہ اس وقت اس کو اللہ نے بڑی طاقت
دی ہے یہ سن کر عمر دھوکہ میں آگیا اور صبح ہونے سے پہلے گھر واپس
آگیا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس وقت عمر بھاگا تو مختار
کو بھی پتہ چل گیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو ابتک اپنے وعدہ کو پورا
کیا لیکن اس نے غدر سے کام لیا اور بھاگ گیا لیکن وہ کہیں فرار نہیں
کر سکتا کیونکہ اس کے گلے میں اللہ نے زنجیر ڈالدی ہے جتنا بھی کوشش
کرے وہ جا نہیں سکتا۔ ادھر عمر رات کے وقت ناقہ پر سوار چلا جا رہا
تھا اس کو رات کی تاریکی کی وجہ سے کچھ پتہ نہ چلا کہ ناقہ کدھر جا رہا ہے
جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ناقہ اس کے مکان کے دروازہ پر کھڑا ہے
گھر پہونچ کر عمر نے اپنے لڑکے حفص کو مختار کے پاس تحقیق حال کے لئے
بھیجا۔ مختار نے جونہی حفص کو دیکھا پوچھا تیرا باپ کہاں ہے اس نے کہا

کہ گھر پر ہیں۔ ان دونوں باپ بیٹوں کی عادت تھی کہ دونوں ایک ساتھ
مختار کے سامنے نہ آتے تھے کہ کہیں دونوں نہ مار ڈالے جائیں جب ایک
آتا تو دوسرا نظروں سے غائب رہا کرتا تھا۔ حفص نے کہا کہ کیا آپ اپنے
امان نامہ پر باقی ہیں۔ مختار نے کہا تھوڑا بیٹھو تو جواب دوں۔ اس کے
بعد مختار نے ابو عمرہ کو بلوایا ابو عمرہ کو کیسان تمار بھی کہتے تھے۔ جب ابو عمرہ
آئے تو ان کے کان میں چپکے سے کہا کہ جا کر عمر بن سعد کو قتل کر دو جب
اس کے پاس جانا اور دیکھنا کہ وہ کہتا ہے لڑکے میری ٹوپی لاؤ تو سمجھ لینا
کہ وہ تلوار چاہتا ہے تم فوراً اس کو قتل کر دینا۔ یہ سن کر ابو عمرہ چلے گئے۔
ابھی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ انہوں نے عمر بن سعد کا کٹا ہوا سر مختار کے
سامنے لا کر ڈالدیا۔ حفص نے باپ کا سر دیکھ کر کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون
اپنی زبان پر جاری کیا۔ مختار نے اس سے کہا کہ اس سر کو پہچان گئے؟ اس
نے کہا کیوں نہیں۔ اب ان کے بعد جینے کا مزا نہیں۔ مختار نے کہا اس کے
بعد تم جیو گے بھی نہیں یہ کہکر حفص کے قتل کا بھی حکم دیدیا۔ جب وہ بھی
مار ڈالا گیا تو مختار نے کہا عمر حسینؑ شہید کے بدلہ میں اور حفص علی اکبرؑ
کے بدلہ میں لیکن یہ کہاں ان کے برابر ہو سکتے ہیں۔ خدا کی قسم میں تو حسینؑ
کے عوض ستر ہزار کو قتل کرونگا۔ جس طرح یحیٰی بن زکریا کے بدلہ میں قتل
کئے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر تین چوتھائی

قریش کو بھی قتل کر ڈالوں تب بھی حسینؑ کی انگلیوں میں سے ایک انگلی
کا بدلا نہیں نہیں ہو سکتا۔

عمر بن سعد کا سر مکہ میں :- اس عرصہ میں جناب محمد حنفیہ کو جب
یہ خبریں پہونچتی تھیں کہ عمر بن سعد مختار کے پاس آ کر بیٹھا کرتا ہے اور انہوں
نے اس کو امان دے رکھی ہے تو وہ اس بات پر ناراض ہوتے تھے۔
اور عتاب کیا کرتے تھے کہ اب تک انہوں نے اس کا سر مکہ روانہ کیوں
نہ کیا ایک روز وہ شیعوں کی جماعت میں بیٹھے ہوئے مختار پر عتاب
کر رہے تھے ابھی ان کی بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ عمر اور اس
کے پسر کے سر جو مختار نے کوفہ سے سافر بن سعد ہمدانی اور ظبیان
بن عمارہ تمیمی کے ہاتھ بھجوائے تھے۔ ان کے سامنے لا کر ڈال دیئے
گئے۔ ان سروں کو دیکھتے ہی محمد سجدۂ شکر میں گر گئے۔ پھر اٹھ
کر بیٹھے اور دست دعا بلند کر کے خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ
خدایا! مختار کے اس دن کو نہ بھولانا اور اپنے اہل بیتؑ کی طرف
سے اس کو بہترین جزا عطا فرما۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس دعا
کے بعد پھر مختار کو کوئی زحمت نہ ہوئی۔

ابن زیاد کی مہم :- جب مختارؒ نے کوفہ کو قاتلان حسینؑ علیہ السلام
کے وجود نجس سے پاک و صاف کر دیا اور ہر طرف امن و امان قائم

ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ اب مجھ کو عبیداللہ بن زیاد کے قتل سے زیادہ
کوئی فکر نہیں ہے۔ پھر انہوں نے ابراہیم بن مالک اشتر کو بلا کر حکم دیا کہ
وہ لشکر لے کر ابن زیاد کی طرف روانہ ہو جائیں۔ ابراہیم نے کہا میں
جانے کے لئے تیار ہوں لیکن میں عبیداللہ بن حر کو اپنے ساتھ لے
جانا پسند نہیں کرتا مجھے خیال ہے کہ یہ شخص موقعہ پر کہیں غداری نہ کر
بیٹھے۔ مختار نے کہا کہ اس کو اپنے ساتھ رکھو اور اس کی چشم طمع کو مال
سے پُر کرتے رہنا مجھے خوف ہے کہ اگر اس کو تمہارے ساتھ جانے سے
روک دونگا تو اسے برا لگے گا۔ بہر حال ابراہیم بن مالک اشتر دس
ہزار سوار لے کر ابن زیاد سے مقابلہ کے لئے کوفہ سے نکلے مختار بھی ان
کی مشایعت کے لئے فتح و نصرت کی دعائیں کرتے ہوئے تھوڑی
دور تک ان کے ساتھ گئے ابراہیم جب کوفہ سے برآمد ہوئے یہ رجز
پڑھ رہے تھے۔ انا وحق المرسلات عرفا۔ حقا وحق العاصفات
عصفا۔ لنسفعن من بغانا عصفا۔ حتی یسوم القوم منا خسفا۔
زحفا الیہم لانمل الزحفا۔ حتی نلاقی بعد صف صفا۔ وبعد الف
قاسطین الفا۔ نکشفہم لدی الہیاج کشفا۔

یعنی ربی اور جھکڑ دار ہواؤں کی قسم! ہم دشمنوں کو مٹا کر رکھ دیں
گے۔ اور ان پر حملہ کریں گے ان کے حملہ سے پسپا نہ ہوں گے یہاں تک

کہ ایک صف کے بعد دوسری صف سے مقابلہ کریں گے اور ہزار در ہزار ظالموں سے لڑیں گے اور میدان جنگ میں ان کا صفایا کر دیں گے۔

ابراہیم کوفہ سے چل کر مدائن آئے جہاں انہوں نے تین روز قیام کیا۔ پھر تکریت میں قیام کیا وہاں کے لوگوں سے مالگزاری وصول کی اور اس کو لوگوں میں تقسیم کیا اس میں سے عبید اللہ بن حر کو پانچ ہزار درہم دیئے مگر ابن حر سخت ناراض ہوا۔ اس نے ابراہیم سے کہا تم نے خود تو دس ہزار لیے اور مجھ کو پانچ ہزار دیتے ہو۔ ابراہیم نے حلفیہ بیان کیا کہ میں نے بھی اتنی ہی رقم لی ہے پھر انہوں نے اپنے حصہ کے پانچ ہزار درہم اس کو بھجوا دیئے مگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوا اور نقض عہد کر کے بعض دیہاتوں میں لوٹ مار مچا کر مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ چلا گیا۔ مختار کو جب اس کی اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے اس کا گھر منہدم کروا دیا اور اسکی بیوی سلمیٰ بنت خالد جعفیہ کو قید کر دیا۔ اس کے بعد ابراہیم کو خط بھیجا کہ ابن زیاد سے جنگ میں جلدی کریں۔ چنانچہ ابراہیم طے مراحل کرتے ہوئے نہر خاذر پر جو موصل سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ہے پہونچ گئے۔ یہاں ابن زیاد لشکر لیے پڑا تھا۔ ابن زیاد کو ابراہیم کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی اپنے لشکر جرار کے ساتھ ابراہیم کی

طرف پیشقدمی کی اس وقت اسکے لشکر کی تعداد ۸۳ ہزار تھی جبکہ ابن اشتر کے ساتھ بیس ہزار سے بھی کم سپاہی تھے۔ ابن زیاد کا لشکر آہستہ آہستہ سیلاب کی طرح لہریں مارتا ہوا ابراہیم کے لشکر کے قریب آ کر رک گیا۔ لشکر شام میں بنی سلیم کا ایک سردار عمیر بن حباب نامی بھی تھا ابراہیم نے اس کے پاس خفیہ طور سے کسی کو بھیجا اور انعام واکرام کا وعدہ کیا اور وہ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر لشکر عراق سے آملا۔ رات گزری صبح تڑکے دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہوئیں۔ ابراہیم نے اپنے لشکر کی اس طرح ترتیب دی کہ میمنہ پر سفیان بن یزید ازدی کو میسرہ پر علی بن مالک جشمی کو۔ سواروں پر طفیل بن لقیط نخعی کو پیادہ فوج پر مزاحم بن مالک سکونی کو مقرر کیا۔ ادھر ابن زیاد نے میمنہ پر شراحیل بن ذوالکلاع کو میسرہ پر ربیعہ بن مخارق کو جناح پر جمیل بن عبد اللہ غنمی کو قلب میں حصین بن نمیر کو مقرر کیا۔ ابن زیاد کا لشکر چونکہ زائد تھا کہ اسے اطمینان تھا کہ ابراہیم اتنے تھوڑے سے لشکر کو لے کر حملہ آور ہونے کی غلطی نہیں کریں گے مگر ابراہیم کا لشکر آگے بڑھ کر لشکر شام کے بالکل قریب آ کر کھڑا ہوا۔ اور دونوں فوجیں آمادۂ پیکار ہوئیں۔

مبارزہ طلبی:۔ پہلے شام کی فوج سے ایک شخص ابن ضبعان کلبی گھوڑا بڑھا کر آگے نکلا اس نے پکار کر کہا کہ اسے مختار کذاب کے شیعو

اے بے ایمان ابراہیم کے ساتھیو! - انا ابن ضبعان الکریم المفضل۔
من عصبۃ یبرؤن من دین علی ، کذاک کانوا فی الزمان الاول۔

میں ابن ضبعان صاحب بزرگی ہوں اور اس گروہ سے تعلق رکھتا ہوں - جو ہمیشہ سے دین علی سے بیزار ہے یہ رجز سن کر عراقی فوج سے احوص بن شداد ہمدانی یہ رجز پڑھتے ہوئے برآمد ہوئے ؎

انا ابن شداد علی دین علی — لست لعثمان بن اروی بو لی
لاصلین القوم فیمن یصطلی — بحر نار الحرب حتی تنجلی

میں ابن شداد دین علی پر ہوں - عثمان کا دوست نہیں ہوں - میں آتش حرب سے تم لوگوں کو جلا ڈالونگا - یہاں تک کہ یہ آگ خاموش ہو جائے گی - پھر انہوں نے شامی سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا پہلوانوں سے لڑنے والا - تمہارا نام کیا ہے؟ احوص نے کہا - دشمن کی موت کو بلانے والا یہ کہکر احوص نے اس پر حملہ کیا اور مار ڈالا اس کے بعد پکارے اب پھر ہے کوئی لڑنے والا اس آواز کو سن کر داود دمشقی یہ رجز پڑھتا ہوا صف سے نکلا ؎ انا ابن من قاتل فی صفینا - قتال قرن لم یکن غبینا - بل کان فیہا بطلا جرونا - مجربا للوغی امکینا۔

میں اس کا فرزند ہوں جس نے صفین میں علی سے جنگ کی تھی ایسی جنگ کی تھی جس میں نامردی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا - بلکہ اس میں ایک بہادر

پہلوان فنون حرب سے آزمودہ کار، مقتدر ہونے کا ثبوت دیا تھا۔
احوص نے بھی اس کے جواب میں کہا ؎

یا ابن الذی قاتل فی صفینا - ولم یکن فی دینہ غبینا - کذبت من کان فیہا مغبونا - مذبذبا فی امرہ مفتونا - لا یعرف الحق ولا الیقینا - بو سالتلقہ مضی مفتونا

یعنی اے صفین میں علی سے رزم آرا ہونے والے کے فرزند! جس کو اپنے باپ کے متعلق یہ زعم ہے کہ وہ اپنے دین میں مغبون نہ تھا - تو اپنے اس خیال میں جھوٹا ہے - تیرا باپ اس جنگ میں مغبون تھا - اور اپنے معاملہ میں متردد اور حیران تھا - اس کو نہ حق کی پہچان تھی نہ یقین کی - اس کے لئے ہلاکت ہو وہ تو فتنی ہو کر دنیا سے گیا ہے - اس کے بعد دونوں نبرد آزما ہوئے تھوڑی رد و بدل کے بعد احوص نے اس کے ایک تلوار ماری جس نے اس کا خاتمہ کر دیا - اس کو قتل کرنے کے بعد احوص اپنی صف میں آگئے - دمشقی کے قتل کے بعد لشکر شام سے حصین بن نمیر سکونی برآمد ہوا اور اس نے یہ رجز بڑی شان سے پڑھا ؎ یا قادۃ الکوفۃ اہل المنکر - وشیعۃ المختار وابن الاشتر - ہل فیکم قوم کریم العنصر - مہذب فی قومہ بمفخر - یلزز مخوی قاصدا لا یبتر۔

اے کوفہ کے قائدو! اے بدکردارو! اے مختار و ابن اشتر کے

ساتھیو! اگر تم میں کوئی عزت والا، شائستہ و اپنی قوم میں لائق فخر کوئی شخص ہے تو وہ میرے مقابلہ کو آجائے دور سے تیر نہ چلائے۔ یہ رجز سن کر فوج عراق سے شریک بن حزیم تغلبی برآمد ہوئے وہ یہ پڑھ رہے تھے سہ یا قاتل الشیخ الکریم الازھری ۔ بکربلا یوم التقاء العسکر ۔

اعنی حسینا ذا الثنا والمفخر ۔ وابن النبی الطاھر المطھر ۔ وابن علی البطل المظفر ۔ ھذا فخذھا من ھزبر قسور ۔ ضربۃ قوم ربعی مضری ۔

یعنی نورانی شمائل سید و سردار کے کربلا میں قتل کرنے والے۔ یعنی اس حسینؑ کے مارنے والے جو صاحب ثنا و فخر تھے۔ اور جو نبی طاہر و مطہر کے فرزند تھے۔ جو فاتح کامران علی کے فرزند تھے۔ لے سنبھل اس وار کو روک جو اس شیر نر کے ہاتھ سے ہے جو قبیلہ ربیعہ و مضر سے ہے۔ یہ کہکر تغلبی نے حملہ کیا اور چند دفعہ تلوار کی رد و بدل کے بعد تغلبی کے ہاتھ سے حصین بن نمیر گھائل ہو کر زمین پر آرہا۔ اب تو لشکر شام کے چھکے چھوٹ گئے اور عراق والوں کا رعب ان کے دلوں پر غالب ہو گیا۔

یہ وہ وقت تھا کہ ابراہیم بن مالک اشتر آگے بڑھ کر اپنے لشکر کو للکارے اور بہ آواز بلند پکارے "اے خدائی فوجدارو! اے حق کے طرفدارو! اے دین خدا کی نصرت کرنے والو! حرام خدا کو حلال کرنے والوں ظالموں کی اولاد سے خوب لڑو اور ان کا نام و نشان تک مٹا دو۔ یہ

دیکھو قاتل حسینؑ عبید اللہ بن زیاد تمہارے سامنے موجود ہے بڑھ کر اس پر حملہ کر دو۔ یہ کہکر ابراہیم نے تلوار سونت لی اور فوج شام پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح ٹوٹ پڑے اس وقت ان کی تلوار دشمنوں کے پرخچے اڑا رہی تھی۔ اور وہ جوش میں یہ رجز پڑھ رہے تھے سہ

قد علمت مذحج علما لا خطل ۔ انی اذا القرن لقینی لا وکل ۔ ولا جزوع عندھا ولا نکل ۔ اروع مقدامًا اذا انکس فشل ۔ اضرب فی القوم اذا جاء الاجل ۔ واعتلی الراس الطرماح البطل ۔ بالذکر البتار حتی ینجدل ۔

(یعنی) مذحج کو بالکل صحیح علم ہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں کہ جب میرا حریف میرے سامنے آتا ہے تو میں عاجز نہیں ہوتا۔ میں جنگ کے وقت نہ جزع کرتا ہوں۔ نہ لڑنے سے منہ پھیرتا ہوں۔ بڑا ہیبت ناک، آگے بڑھ کر حملے کرنے والا ہوں۔ جب کہ بودا آدمی بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ جب موت کا فرشتہ اپنے پر کھولے ہوتا ہے میں دشمنوں کی صفوں میں تلوار چلاتا رہتا ہوں۔ اور لمبے تڑنگے پہلوان کے سر پر تلوار بلند کر کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔

ابراہیم کے ساتھ ہی اہل عراق نے بھی ایک زبردست حملہ کیا ایک دوسرے میں گتھ گئے۔ تلواریں سر و تن کے فیصلے کرنے لگیں آتش حرب بھڑکنے لگی۔ اہل عراق پر اہل شام کا میمنہ و میسرہ اور قلب انڈ پڑا تھے

لڑتے ظہر کی نماز کا وقت آیا خون کے پیاسوں اور موت کے بھوکوں کو اس کی مجال کہاں ناچار گھوڑوں ہی پر اشاروں سے یہ فریضہ ادا ہوا۔ تلواریں پھر بھی چلتی رہیں۔ یہاں تک سورج بھی گھبرا کر بوصل کی پہاڑیوں میں جا چھپا۔ ستاروں نے حیرت سے آنکھیں کھولیں رات کی تاریکی نے ہر طرف پڑاو ڈالا۔ مگر دونوں فوجوں کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہ آئی۔ مردان عراق فتح و نصرت کا یقین دل میں لئے ہوئے اسی طرح مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے اور دشمنوں پر رات کی تاریکی میں یوں جھپٹ رہے تھے۔ جس طرح عقاب شکار پر جھپٹتا ہے یوں ان کو چیر پھاڑ رہے تھے۔ جس طرح شیر ببر بکریوں کو چیرتا پھاڑتا ہے غرض یہ جنگ معفوبہ رات گئے تک جاری رہی یہانتک کہ لشکر شام میں شکست کے آثار پیدا ہوئے اور ان لوگوں نے منہ اٹھا کر بھاگنا شروع کیا تھوڑی دیر میں وہ اپنے لاشے چھوڑ کر اور رسوائی و ندامت لیکر میدان خالی کر گئے۔ اس معرکہ میں ان کے بڑے بڑے پہلوان کھیت رہے۔ جیسے حصین بن نمیر۔ شراحیل بن ذوالکلاع۔ ابن حوشب۔ غالب باہلی۔ ابوالاشرس بن عبداللہ جو خراسان کا گورنر تھا۔

ابن زیاد کا انجام:۔ ابراہیم بن مالک اشتر بیان کرتے ہیں کہ جب لشکر شام کے پیر اکھڑ گئے اور میدان صاف ہو گیا تو میں نے

ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ قدم جمائے کھڑا ہے اور اس نے قرار کو فرار پر ترجیح دی ہے یہ گروہ بڑی دیر تک پامردی سے لڑتا رہا یہانتک کہ ان کے خون سے زمین لالہ زار ہو گئی اور ان کے سرخ رنگ لاشے کٹے ہوئے عقیق کی طرح چاروں طرف بکھر گئے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ اتنے میں میری نظر اس گروہ میں ایک شخص پر پڑی۔ جو اپنے موٹاپے کی وجہ سے سفید رنگ کا چلا ہوا لدھا معلوم ہوتا تھا وہ چلا چلا کر لوگوں کو لڑنے کی تحریص و ترغیب دے رہا تھا۔ جو شخص اس کے سامنے جاتا اس کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتا۔ اتنے میں وہ مجھ سے نزدیک ہوا میں نے تلوار کا وار کر کے اس کے ہاتھ قلم کر دیئے۔ وہ زخم کھا کر دریا خازر کے کنارہ پہ گر پڑا اور اس کے ہاتھ پیروں سے خون جاری تھا۔ میں نے گھوڑے سے اتر کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کو قتل کرتے وقت میں نے مشک کی خوشبو محسوس کی۔ اتنے میں میرے لشکر کا ایک آدمی آیا اور اس نے اس کے موزے اتار لئے بعد کو لوگوں کا خیال ہوا کہ ابن زیاد ہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی لاش ڈھونڈھ نکالی گئی اور اس کا سر تن سے جدا کیا گیا۔ صبح کو اس کے غلام مھران نے بھی اس کی شناخت کر لی۔ اس وقت ابراہیم نے کہا کہ خدایا تیرا شکر ہے اس ملعون کا قتل میرے ہاتھ سے ہوا۔ ابن زیاد ماہ صفر میں مارا گیا۔ اصحاب حدیث کا کہنا

ہے کہ محرم میں عاشورہ کے دن مارا گیا۔ اس وقت اس کی عمر انتالیس سال کی تھی۔

اُدھر مختار کا دل ہر وقت ابراہیم کی طرف لگا رہتا تھا کہ دیکھئے کیا خبر آتی ہے جب ان سے مزید صبر نہ ہو سکا تو کوفہ پر سائب بن مالک کو اپنا نائب بنا کر ابراہیم سے ملنے چل کھڑے ہوئے راہ میں لوگوں سے ابراہیم کی خبر پوچھتے جاتے تھے۔ ساباط اور مدائن میں انہوں نے لوگوں کے سامنے تقریریں بھی کیں۔ اور ان سے کہا کہ وہ ابراہیم کی مدد کو جائیں۔ شعبی کہتا ہے کہ میں اس وقت مختار ہی کے ساتھ تھا میرے سامنے ابن زیاد کے مارے جانے کی خوش خبری آئی۔ اس خبر کے سنتے ہی مختار کو حد سے زیادہ مسرت لاحق ہوئی اور اسی وقت خوش خوش کوفہ کی طرف مراجعت کی۔ ابو سائب نے عامر سے روایت کی ہے۔ عامر قتل حسینؑ سے متہم تھا یہ کہتا ہے کہ میں نے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد خواب میں دیکھا کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے کچھ لوگ آسمان سے اترے ہیں ان کے ہاتھ میں حربے ہیں اور قاتلان حسینؑ کو قتل کر رہے ہیں۔ میرے اس خواب کو تھوڑا عرصہ نہ گزرا تھا کہ مختار نے خروج کیا اور قاتلان حسین کو دار البوار پہونچایا۔ واقعہ دریائے خاذر میں ابن زیاد مارا گیا۔ اہل شام کے مقتولین اس کثرت سے تھے کہ

ان کو گننے میں بڑی زحمت ہوئی۔ زنبل کی مدد سے ان کا شمار عمل میں آیا۔ کہا جاتا ہے کہ انکی تعداد ستر ہزار تھی۔ ابراہیم کے حکم سے ابن زیاد کو برہنہ کر کے الٹا دار پر آویزاں کیا گیا۔ ابو عمر بزاز کہتا ہے کہ میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کہ اس کے دونوں خصیے دو گوبریلوں کی طرح آویزاں تھے۔

شعبی کا [illegible] ہے کہ اہل شام میں سے واقعہ صفین کے بعد اتنے آدمی کبھی نہیں مارے گئے جتنے دریائے خاذر کے کنارہ پر مارے گئے یہ بھی شعبی نے کہا ہے کہ روز عاشورہ ٦٧ھ کا دن تھا۔ کہ جب ابراہیم بن مالک اشتر نے ابن زیاد اور دوسرے رؤسا شام کے سر مختار کے پاس روانہ کئے۔ ہر سر کے کان میں ایک پرچہ تھا۔ جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے:۔ جس وقت یہ سر مختار کے سامنے لائے گئے تو وہ کھانا تناول کر رہے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے ابن زیاد کے سر کو اپنے جوتے سے کچلا پھر جوتا اتار کر غلام کی طرف پھینکا اور کہا کہ اس کو دھو لاؤ کیونکہ میں نے اس کو ایک کافر کے نجس چہرہ پر رکھا ہے۔ ابو طفیل عامر بن واثلہ کہتا ہے کہ یہ سب سر کوفہ میں مقام سدہ کے پاس رکھے ہوئے تھے اور ان پر ایک سفید کپڑا

پڑا تھا۔ جب ہم نے سروں پر سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ابن زیاد کے سر میں ایک سانپ بلبلا رہا ہے۔ پھر یہ سر رحبہ میں تیروں پر نصب کر دیئے گئے یہاں بھی ابن زیاد کے سر میں وہ سانپ داخل ہوتا اور نکلتا تھا۔

ابن زیاد کا سر محمد حنفیہ رضؓ کے سامنے :۔ یہ تمام سر مختار نے بعد کو عبدالرحمٰن بن ابو عمیر ثقفی، عبدالرحمٰن بن شداد جشمی، انس بن مالک اشعری اور بعض نے کہا ہے کہ سائب بن مالک کے ساتھ جناب محمد حنفیہ کی خدمت میں مکہ روانہ کئے اور ساتھ ہی تیس ہزار دینار بھی دیئے اور یہ خط تحریر کیا کہ ــــ میں نے آپکے ناصروں اور شیعوں کو آپ کے دشمنوں سے انتقام لینے کی غرض سے بھیجا۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے آدمیوں نے آپ کا انتقام لے کر ان کو جہنم میں پہونچا دیا۔ اور جس گھاٹی آبادی کوہ و دشت بر و بحر میں وہ ملے ان کو بے دریغ تہ تیغ کر ڈالا گیا اور اللہ نے اب مومنین کے دلوں میں ٹھنڈک بخشی۔ جب مختار کے آدمی یہ خط اور سر محمد حنفیہ کے سامنے لے کر آئے اور آپ کی نگاہ ان اشقیا کے سروں پر پڑی تو آپ سجدۂ شکر میں گر گئے۔ اور مختار کو دعائے خیر سے یاد کیا اور فرمایا کہ خدا اس کو جزائے خیر دے۔ کہ اس نے ہمارا انتقام لیا اب مختار کا حق ہر اولاد عبدالمطلب پر ثابت ہے۔ خدایا! ابراہیم بن مالک اشتر کی بھی حفاظت فرما اور اس کو دشمنوں پر فتح عطا کر اور اس

کو اپنی توفیقات سے موفق کر اور دنیا و عقبیٰ میں اسکو مغفرت عطا فرما۔

ابن زیاد کا سر زین العابدینؑ کے سامنے :۔

محمد حنفیہ رضؓ نے یہ سر امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ آپ بھی اس وقت کھانا نوش فرما رہے تھے جب ابن زیاد کا سر آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ بھی سجدۂ شکر بجا لائے اور آپ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے میرے دشمن سے میرا بدلہ لیا اور خدا مختار کو جزائے خیر عطا کرے۔ جب میں ابن زیاد کے دربار میں پابجولاں داخل کیا گیا تھا تو اس وقت یہ شقی بھی کھانا کھا رہا تھا اسکے آگے میرے بابا کا سر رکھا ہوا تھا اس موقعہ پر میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے تھے کہ پالنے والے مجھ کو دنیا سے نہ اٹھانا جب تک میں ابن زیاد کا سر بھی اسی عالم میں نہ دیکھ لوں کہ میں کھانا کھاتا ہوں اور اس کا سر میرے سامنے رکھا ہو۔ محمد حنفیہ نے مختار کا فرستادہ مال اپنے اعزہ و اقارب میں مکہ و مدینہ میں تقسیم کر دیا جو باقی بچا وہ اولاد مہاجرین و انصار کو دیدیا۔

شہادت حسینؑ کے بعد اہلبیت کی پہلی خوشی :۔

" امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ شہادت حسینؑ کے بعد پانچ سال تک نہ کسی ہاشمیہ نے کاجل لگایا نہ سر میں خضاب

کیا نہ کسی ہاشمی کے مکان سے دھواں اٹھتا دیکھا گیا یہاںتک کہ عبداللہ بن زیاد قتل کیا گیا - اور ابن ابو راشد نے جناب فاطمہ بنت علی سے روایت کی ہے - کہ ہماری عورتوں میں سے کسی نے مہندی نہیں لگائی نہ اپنی آنکھ میں سرمہ لگایا - نہ بالوں میں کنگھی کی یہاںتک کہ مختار نے ابن زیاد کا سر مدینہ بھیجا -

روایت ہے کہ مختار نے ۱۴ ربیع الاول ۶۶ھ سے لیکر ۱۵ ماہ رمضان ۶۷ھ تک اٹھارہ ہزار قاتلان سید الشہدا کو واصل جہنم کیا - وقت شہادت ان کی عمر ۶۷ سال کی تھی -

جناب جعفر ابن نما ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے بہت سے علماء نے حال مختار میں غفلت سے کام لیا ہے اور ان اخبار و احادیث کا تتبع نہیں کیا ہے جو لسان ائمہ اطہار پر مدح حضرت مختار عالی وقار میں وارد ہوتی ہیں - اگرچہ وہ ذرا تحقیق سے کام لیتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ جناب مختار ان سابقین مجاہدین میں سے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں مدح فرمائی ہے اور ان کے حق میں امام زین العابدین علیہ السلام نے جو دعائے خیر فرمائی ہے وہ ان کے مقام بلند اور نیکی و ہدایت پر ایک روشن دلیل ہے - اگر مختار خدانخواستہ کسی غلط طریقہ پر ہوتے تو امام علیہ السلام ان کے حق میں دعا نہ فرماتے درانحالیکہ

آپ کی دعا بارگاہ احدیت سے رد نہیں ہوتی ..... ورنہ آپ کی دعا (معاذ اللہ) عبث ہوتی - ہم نے اس کتاب میں ائمہ اطہارؑ کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں - جن میں آپ کی مدح و ستائش کی گئی ہے اور ان کی مذمت سے منع کیا گیا ہے یہ احادیث صاحبان بصیرت کے لئے کافی و وافی ہیں (دراصل مختار کے دشمنوں نے اعوان کے ہم مسلک نہیں ہیں) اس قسم کی جھوٹی باتیں ان کی طرف منسوب کی ہیں تاکہ لوگ ان سے بدظن ہو جائیں - جس طرح خود امیر المومنین علیہ السلام کے لئے ان کے دشمنوں نے کہا تھا جس کی وجہ سے خام ایمان افراد گمراہی و تباہی کے گڑھے میں گر پڑے - لیکن جو اہل بیت کے سچے پرستار اور حقیقی محب تھے ان پر ان پروپگنڈوں کا مطلق اثر نہیں ہوا - بلکہ روز بروز امیر المومنینؑ کے فضائل و مناقب میں ان کے لئے اضافہ ہی ہوتا گیا - اسی طرح مختارؓ کے معاملہ میں بھی راسخ العقیدہ اور معاملہ فہم مومنین کے دل پر کوئی اثر نہیں ہونا چاہیئے ؛

(مفتی) سید حبیب آغا جزائری

وسن پورہ - لاہور

۲۷ رشوال ۱۳۸۷ھ بروز پنجشنبہ